شجر ممنوعہ



کنول نوید

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

شجر ممنوعہ



کنول نوید





شجر ممنوعہ



کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ کمپوزنگ ٹیم









کبھی کبھی انسان کو سب کچھ ختم ہوتا نظر آتا ہے۔وہی بعض اوقات نئی شروعات کے لمحے ہوتے ہیں۔ہر مشکل کے بعد ہی آسانی ہے۔یہ ہی زندگی ہے۔شواف نے کچھ لمحے سوچا ،انکھوں میں اُتر آنے والے آنسواب اس کے چہرے کو دھوچکے تھے۔کچھ بھی آسان کہاں ہوتا ہے۔کچھ بھی آسان ہو ہی نہیں سکتا۔انسان دنیا میں آسانیوں کے لیے نہیں آزمائشوں کو سر کرنے کے لیے آیا ہے۔جب وہ آگ میں کود جاتا ہے تو کودنے کے بعد گلزار بنتی ہے۔

رب نے میرے لیےیہ طے کیا ہے ،تو یہ ہی سہی۔جو لوگ آزمائشوں پر کھرے نہیں اُترتے وہ آسانیوں کے حقدار ہی نہیں۔آسانی تو وہ کامیابی ہے۔جو آزمائش کو سر کرنے کے بعد انعام کے طور پر دی جاتی ہے۔انعام والے۔رب نے انعام یافتہ لوگوں کی صف ہی الگ کر دی۔ان میں شامل ہونا کس قدر مشکل ہے۔وہ انکھیں بند کیے اپنی ذات کو آشکار کرنے میں مصروف تھی۔بند کمرے کے کونے میں تنہائی میں اپنی ذات کے ساتھ جنگ میں مصروف۔جب خود سے خود کی لڑائی ہو تو جیت کس کی ہو گی؟ اُسے اپنی روح کے اندر بازگشت محسوس ہوئی۔ وہ ہر اس سلاخ کو

توڑ دینا چاہتی تھی۔جن کے پیچھے اب اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔کچھ بھی ہو جائے تو کچھ نہیں ہوتا۔کچھ بھی ہو جائے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔

وہ اپنے ہر خوف کو اپنے وجود سے نکال باہر پھینکنا چاہ رہی تھی۔وہ یہ سب کسی کے لیے نہیں ، صرف اپنے لیے کرنا چاہ رہی تھی۔اس کی زندگی میں یہ پہلی بار تھاکہ وہ کچھ فقط اپنے لیے کرنا چاہ رہی تھی۔میں تھک چکی ہوں۔اے !میرے مالک۔کیا تیرے انعام والوں کی صفوں میں سب سے آخری صف میں اورسب سے آخری انسان کی جگہ مجھے مل سکتی ہے۔اس نے حلق سے اُترتی ہوئی کڑواہٹ کو اپنے پورے وجود میں پھیلتے ہوئے محسوس کیا۔اس کی روح سے پھوٹنے والا سوال جواب پا چکا تھا۔وہ اطمینان قلب محسوس کر رہی تھی۔

شواف نے اپنے کھلے بالوں کو سمیٹنے کی کوشش کی جو اس کے شانوں پر بے ترتیبی سے پھیلے تھے ،اس کی زندگی کی طرح جو ترتیب سے مفقود تھی۔مگر اب وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے، کب اور کیسے کرنا ہے۔

کبھی کبھی انسان کی سمجھ ہی اسے دھوکا دیتی ہے ،وہ دور اُڑتے بادل کو پرندہ سمجھ لیتا ہے۔شواف کو اس بات کی سمجھ نہ تھی کہ وہ قدرت سے اپنے لیے انجانے میں کیا مانگ رہی ہے۔ملتا تو وہی کچھ ہے جو مانگا جاتا ہے۔جس کے لیے یقین کر لیا جاتا

ہے کہ وہ مل جائے گا۔اس نے اپنے لیے یقین کی جو چادر منتخب کی تھی۔وہی اس کے وجود کا حصہ بننے جا رہی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں آکر الماری سے کپڑے نکال رہی تھی۔اسی کے دماغ میں کل کی گفتگو گونجنے لگی۔اوصاف کی باتیں۔اس نے ایک لمبا سانس لیا۔وہ کسی طرح بھی گزرے ہوئے لمحات کو خود سے دور نہیں کر پا رہی تھی۔کچھ گناہ کیے نہیں جاتے ہو جاتے ہیں۔انسان سوچ سمجھ کر نہیں کرتا۔کیوں ہوتے ہیں ،خود اس کی سمجھ سے بالا تر ہوتے ہیں۔اوصاف کی بات اسے تکلیف دے رہی تھی۔باتیں لمحوں میں ختم ہو جاتی ہیں مگر ان کی بازگشت دیر تک دل و دماغ کا حصہ بن جاتی ہے۔الفاظ ختم نہیں ہوتے ،شواف نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔اس نے اپنے ہونٹوں پر دھیرے دھیرے زبان پھیری۔اوصاف کبھی بھی خود کو میری جگہ رکھ کر کبھی نہیں سوچ سکتے۔اس کی انکھوں سے پھر آنسوؤں بہنے لگے۔آخر یہ آنسو ختم کیوں نہیں ہوتے؟ اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔پھر وہی کل کی باتیں !کیوں میرے دل و دماغ سے نکل نہیں جاتیں یہ باتیں؟

انسان کی سوچیں اس کی زندگی بدل دیتی ہیں ،انسان باخبر ہو یا بے خبر کچھ فرق نہیں پڑتا۔شواف نے اوصاف کی بات سن کر غصے سے اپنے نیچے کے ہونٹ کو دانتوں میں دبایا۔وہ اسے کچھ کہنا چاہتی تھی مگر خاموش رہی۔اوصاف اپنی ہر بات مکمل بیان کر دیتا مگر شواف اپنے جواب اپنے دل میں لیے کمرے سے خاموشی سے باہر نکل جاتی۔

پانچ سال کی اس شادی شدہ زندگی سے وہ دونوں ہی عاجز آ چکے تھے۔ان دونوں کے درمیان انا کی نہ نظر آنے والی آہنی دیوار تھی۔شواف کو شروع سے شادی شدہ زندگی منحوس لگتی تھی۔جو دو لوگوں کو ایک پنجرے میں بند کر کے اس پنجرے کے دروازے کو اقدار کے تالے سے بند کر دینے کا نام ہے۔انہیں ڈرایا جاتا ہے ،کبھی لوگوں کی نظروں سے تو کبھی ،ماں۔باپ کی بددعاوں سے۔قیدی ساری عمر ایک دوسرے کو کوستے ہیں مگر نہ پنجرے کو چھوڑتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو۔شواف نے یہی دیکھا تھا۔

اوصاف آفس میں پہنچ چکا تھا۔وہ اپنے خیالات کو عموماًالجھنے نہیں دیتا تھا۔شواف سے متعلقہ کوئی خیال وہ اپنے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتا تھا۔عامر نے آکر اسے نئے

ملنے والے پروجیکٹ کی تفصیل بتائی۔اس کی کمپنی کاغذ کی ترسیل کے کام سے منسلک تھی۔اسے یہ کام وراثت سے ملا تھا۔اگرچہ وہ اس کام کو بہت محنت سے کرتا اور کرواتا لیکن اسے پروفیسر بننے میں دلچسپی تھی۔اس نے ایک کمرہ سٹڈی کے لیے مختص کیا ہوا تھا۔وہ دن میں تین گھنٹے لازمی سٹڈی کرتا۔اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی خواہش کے مطابق ان کے کام کو سنبھال رہا تھا۔اس کی والدہ کی وفات دو سال پہلے ہو چکی تھی۔اس نے اپنے آپ کو کام میں اس قدر مصروف کیا ہوا تھا،کہ دھیان کسی دوسری سمت نہ جائے۔وہ جب تنہا ہوتا تو والدین کی کمی کو محسوس کرتا تھا۔

لنچ ٹائم ہو چکا تھا۔اس کا کزن اور دوست عامر جو اس کا پاٹنر بھی تھا لنچ کے لیے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔عامر نے مسکراتے ہوئے اوصاف سے کہا،کیا ہی اچھا ہو کہ ہم انسان اپنی زندگی اپنی خواہشوں کے تحت گزار سکتے ، مگر اپنی اپنی زندگی کے زیر اثر ہم مجبور ہوتے ہیں۔اوصاف نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔مجبور ،نہیں نہیں مجبور نہیں ، مجبور کا لفظ انسان اپنے لیے استعمال کرئے تو پھر تواسے اپنے متعلق غور و فکر کرنی چاہیے۔

عامر نے اس کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔تمہارا مطلب ہے کہ ہم سب بااختیار ہیں ؟تم اس لیے ایسا سوچتے ہو،کیوں کہ تم نے غربت کی زندگی نہیں دیکھی۔سڑک پر سر کھجاتے ہوئے بیکاری ، کس قدر بااختیار ہوتے ہیں ،اس کے چہرے پر ہنسی تھی ،اس کا لہجہ تمسخر خیز تھا۔اوصاف نے انتہائی سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پورے یقین سے کہا۔بے شک انسان مجبور محض نہیں۔رب نے ہر کسی کو صلاحیتوں سے نوازہ ہے۔ہم جب محنت سے دور بھاگتے ہیں تو پھر سر کھجانا ہماری قسمت ٹھہرتا ہے۔

امارت اور غربت اہم نہیں۔اہم بات تو یہ ہے کہ انسان کس حد تک خواب دیکھ سکتا ہے۔ان خوابوں کو پورا کرنے کے لیے کس حد تک محنت کر سکتا ہے۔مجھے یقین ہے کہ جن بیکاریوں کی تم بات کر رہے ہو۔ان میں سے اسی فی صد صرف یہ ہی سوچتے ہیں کہ پیسے مانگنے کا وہ طریقہ سیکھیں، جو لوگوں سے زیادہ پیسے نکلوانے کا باعث بنے۔

عامر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔وہ خواہ کیسی ہی محنت کر لیں۔گھر تھوڑا ہی لے سکتے ہیں۔اوصاف نے دھیمے لہجے میں کہا بات گھر لینے کی نہیں ،مجبور ہونے کی ہو رہی تھی۔بہت سے لوگوں کے گھر نہیں ہوتے۔نہ ہی وہ بہت مالدار ہوتے

ہیں ،لیکن وہ بہت بااختیار ہوتے ہیں ، مجھ سے اور تم سے کہیں زیادہ۔ان کے پاس لوگ جا کر اپنی مجبوریوں کا رونا روتے ہیں۔یہ رونا صرف اور صرف اپنی ذات کی تذلیل کے سوا کچھ نہیں۔مجھے تو سمجھ نہیں آتا۔انسان اپنی ذات پر بروسہ کیسے چھوڑ سکتا ہے جبکہ رب نے تو ہر پل ساتھ رہنے اور ساتھ دینے کی نوید دی ہے۔

عامر نے مسکراتے ہوئے کہا۔یار تمہیں تو مثبت سوچ پھیلانے کے لیے سیمینار کرنے چاہیں۔اوصاف کے چہرے پر ہنسی پھیل گئی۔ہاں ہاں کیوں نہیں۔تھوڑا علم میں اضافہ تو ہو۔یہ خدمت بھی کریں گئے۔آپ جیسے لوگوں کی۔

شواف اوصاف کا انتظار کر رہی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ آج وہ اپنی ہر غلطی کا اعتراف کر کے اوصاف سے الگ ہونے کا مطالبہ کرئے گی۔سب سے بڑی غلطی جو اس کے ذہین میں تھی وہ اس سے شادی کا فیصلہ تھا۔شواف سوچ رہی تھی ، ساری عمر جس طرح اس کے ماں باپ نے گزاری ہے وہ نہیں گزار سکتی۔وہ لگا تار اوصاف سے بات کرنے کی ہمت لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ سوچتی ۔آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگتے تھے۔

دروازے پر دستک ہوئی۔وہ اپنے چہرے کو صاف کر کے باہر گئی۔

اس کی امی دروازے پر کھڑی تھیں۔شواف بیٹا کتنی دیر لگاتی ہو ،دروازہ کھولنے میں ۔اپنی ماں کو دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی۔وہ اوصاف کو دیکھنا چاہ رہی تھی جو ابھی تک نہیں آیا تھا۔

شواف نے مایوسی سے کہا۔امی آپ اس وقت۔شام کو تو آپ کبھی نہیں آئیں۔

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ کل تمہارے پاپا کے ساتھ ایک شادی میں جانا ہے ، سوچا تم لوگ ہمارے ساتھ چلو۔وہی اپنے منظور صاحب ، ان کی بیٹی کی شادی ہے۔تمہاری شادی میں بہت پیسہ خرچ کیا تھا۔انہوں نے۔اب ہمیں بھی تو کرنا ہے نا۔ورنہ کیا عزت رہے گی ہماری۔

شواف نے لفظ عزت کو دہرایا۔اس لفظ سے اسے شدید الجھن ہوتی تھی۔اس لفظ کا مطلب ابھی تک وہ مکمل سمجھ نہیں پائی تھی۔عزت اس نے اپنے آپ سے کہا۔

اس کے کھوئے کھوئے انداز کو دیکھ کر۔اس کی امی پھر بولی۔اوصاف نہ بھی جائے تو کوئی بات نہیں۔تم ضرور چلو۔کیا خیال ہے تمہارا؟ نہیں امی مجھے کہیں نہیں جانا۔

شواف نے اداسی سے کہا۔اس کی ماں نے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اوصاف سے تمہارا کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا۔تمہارا لہجہ کیوں ایسا ہو رہا ہے۔

شواف کے دل میں آیا انہیں بتا دے۔وہ کیا کرنے کا سوچ رہی ہے۔مگر وہ خاموشی سے اپنی ماں کا چہرہ دیکھتی رہی۔شواف نے اپنی ماں کو ایک اجنبی احساس کے ساتھ دیکھا۔وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔کبھی کبھی بہت اپنے بھی ہم سے اور ہم ان سے مکمل انجان رہتے ہیں۔انسان بہت پیچیدہ ہے۔بہت ذیادہ۔خود کو جاننا کبھی کبھی کیسا مشکل ہوتا ہے۔

اسے کھویا ہوا پا کر اس کی امی نے پھر اس سے سوال کیا۔کوئی مسلہ تو نہیں شواف ؟شواف بلکل خاموش تھی۔جب اس کی ماں عطیہ جبین نے اسے ہلکی سی تھپکی دی۔شواف ،شواف۔

شواف نے موجودہ لمحے میں خود کو محسوس کیا۔عطیہ جبین نے پھر اس کو ہلکی سی تھپکی دیتے ہوئے کہا۔بیٹا تم بتاو ،نہ بتاو میں جانتی ہوں۔تم خوش نہیں لگ رہی۔لیکن عورت کی زندگی یہی ہے۔وہ خود خوش رہے نہ رہے دوسروں کو خوش رکھنا اس کا فرض ہے۔تمہاری بیٹی اور شوہر تمہاری زمہ داری ہیں۔اپنی زمہ داریوں سے کبھی منہ نہ موڑنا۔مرد تو کھلی فضا میں باز کی طرح اُڑنا چاہتا ہے ، عورت اسے روک نہیں سکتی ،نہ ہی اسے روکنا چاہیے۔ورنہ وہ اسے ہی نوچ کھائے گا۔تم سمجھ رہی ہو نا!وہ اپنی سمجھداری ساری کی ساری اس میں انڈیلنا چاہ رہی تھی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

عورت کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ مرد کو احساس دلاتی رہے کہ وہ خواہ کتنی ہی اونچی اُڑان بھرے۔اس کی نظر نیچے ہی رہنی چاہیے۔اپنے بیوی بچوں پر، تا کہ وہ ان کی ضروریات سے غافل نہ رہے۔کیا تم سمجھ رہی ہو شواف میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔شواف نے آنکھیں رگڑ کر ہاں میں سر ہلا دیا۔اگرچہ وہ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھی۔اس کی ماں کچھ دیر اس کے ساتھ گزار کر چلی گئی۔وہ پھر انتظار میں بے چینی کے ساتھ کمرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں چلتی جا رہی تھی۔اچانک سے اس کے فون پر گھنٹی کی آواز نے اسے متوجہ کیا۔

اس کی دوست۔مشک بار نے کافی دنوں بعد اسے کال کی تھی۔مشک بار اس کی اکلوتی دوست تھی ،جس سے وہ اپنی بہت سی باتیں کہہ پاتی تھی۔مشک بار نے فون پر شواف کو محسوس کرتے ہوئے فوراً سے کہا۔

تم تو بہت ہی بے وفا ہو شفویار۔میں کروں تو کروں۔فون ہی نہیں کرتی۔اب میاں جی سے اتنا بھی عشق نہ ہو کسی کو ،کہ وہ دنیا کو پورا ہی چھوڑ کر اسی کا ہو جائے۔

شواف نے اس کی بات سنی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔شاہد وہ کسی کے منہ سے یہی سننا چاہتی تھی کہ اس نے اوصاف کے لیے دنیا چھوڑی ہے۔وہ ابھی اس کے لفظوں سے محظوظ ہو رہی تھی کہ مشک بار ،جسے وہ سونا کہتی تھی،پھر

سے بولی۔میں اکیلی ہی بات کروں گی یا تم بھی کچھ منہ سے پھوٹو گی۔شواف نے مسکراتے ہوئے کہا۔یہ ہی بات میں بھی تم سے کہہ سکتی ہوں جو تم مجھ سے کہہ رہی ہو۔سونا۔بیگم۔اس نے جان بوجھ کر لفظوں کو توڑا تھا۔اس کی بے چینی میں کچھ کمی آ چکی تھی۔

سونا نے افسردگی سے کہا۔اچھا یار تم جیتی میں ہاری۔ساری غلطیاں میری۔تمہیں بس یہ ہی چاہیے نا۔میں جانتی ہوں تمہیں۔اب بتاو، تمہاری زندگی میں کیا چل رہا۔ سونا کے کہنے کی دیر تھی کہ شواف نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔اچانک سے اس کے بنائے ہوئے ارادے اس کی نظروں میں گھوم گئے۔کیسے الفاظ کے ارد گرد جذبات گھومتے ہیں شواف کی سمجھ سے بالا تر تھا۔ وہ اپنے جذبات کو سمجھنے سے قاصر تھی۔

سونا نے اس کی آواز میں شامل نمی کو محسوس کیا۔کیاہوا؟شفو کچھ تو بولو۔شواف نے روتے ہوئے کہا۔میں اوصاف سے خلع لینے کا سوچ رہی ہوں۔سونا۔کیا؟ سونا کی آواز میں حیرت ذیادہ اور افسوس کم تھا۔تم ایسا کیسے سوچ سکتی ہو۔بیٹی ہے تمہاری اس کا سوچو۔شواف نے ایک آہ بھری۔بیٹی۔ہاں میرے جیسی میری بیٹی۔جس طرح میرے لیے میری ماں اجنبی ہے۔اسی طرح ،میں بھی اپنی بیٹی کے لیے اجنبی ہی

ہوں گی۔سونا نے کچھ دیر کی خاموشی کو توڑا جو شواف کے جملے کے بعد دونوں کے درمیان موجود تھی۔تم اپنے ماضی کو حال سے منسلک نہ کرو۔ تمہارے ماں باپ کے درمیان جو معاملات تھے ،وہ تمہارے اور اوصاف کے درمیان نہیں ہیں۔تم بے وقوف مت بنو۔اوصاف بہت سمجھدار اور اچھا انسان ہے۔اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔شفو۔زندگی سب کی مشکلات سے بھری ہی ہوتی ہے۔یہ فلم نہیں کہ تین گھنٹے بعد۔سب پھر ہنسی خوشی رہنے لگے کہا جا سکے۔ہر روز جیون جینے والوں کے لیے نیا چیلنج ہی ہوتا ہے۔

شواف نے مایوسی سے کہا۔وہی اور ویسے ہی معملات ہیں۔بس نوعیت مختلف ہے سونا۔اس نے ایک سرد آہ بھری۔

سونا نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد دھیمے لہجے میں کہا۔مسلہ کیا ہے۔تم اس حد تک کیسے سوچ سکتی ہو۔شواف نے پھر رونا شروع کر دیا۔سونا نے اسے تسلی دی۔ رونا کسی مسلے کا حل نہیں۔شفو۔ہم بچے تو ہیں نہیں اور نہ ہی تم لالی پاپ مانگ رہی ہو کہ اوصاف تمہیں فوراً سے دے دیں۔شواف نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنی ہچکیوں کو روکا۔مسلہ ،سب سے بڑا مسلہ یہ ہے کہ میں اسے کچھ کہہ ہی نہیں پاتی۔ وہ سب کچھ کہتا ہےاور ہر بار میں ہی مجرم ہوتی ہوں۔سونا نے اس کی بات مکمل

ہوتے ہی کہا۔تم نے کبھی سوچا ہے کہ تم واقعی مجرم ہوتی ہو؟ یا صرف وہ کہتا ہے۔ شواف نے غصے سے کہا۔تمہارا مطلب ہے کہ میں غلط ہوں۔سونا نے کچھ دیر کے توقف کے بعد کہا۔نہیں میرا مطلب ہے کہ تم کیا سوچتی ہو۔غلط کون ہے؟ شواف بلکل خاموش تھی۔

سونا نے پھر سے سوال دُہرایا۔اس بارشواف کا رونا بند ہو چکا تھا۔اس نے اس حوالے سے نہیں سوچا تھا۔کیا واقعی میرا قصور ہے یا نہیں۔اسے کھویا ہوا پا کر سونا نے کہا۔دیکھو شواف کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کو غلط ثابت کرنے کے لیے اپنے آپ کو معصوم بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔اپنے آپ کے ساتھ مخلص ہونا لازمی ہے ،خواہ اور کسی سے مخلص ہوں نہ ہوں۔میں جہاں تک تمہیں اور اوصاف کو جانتی ہوں ، تمہیں یہی مشورہ دوں گی ، جلد فیصلہ نہ کرو۔شواف نے اداسی سے کہا۔پتہ نہیں کیا کروں۔کچھ سمجھ نہیں آتا۔بس میں تبدیلی چاہتی ہوں۔ مشک بار نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔تبدیلی ،کیسی تبدیلی۔باہر کچھ بدل جانے سے سکون نہیں ملتا۔شفو یار میری نندبہت ہی عقل مند ہے۔تم اوصاف سے کچھ بھی کہنے سے پہلے مجھ سے آ کر ملو۔میں تمہیں اپنی نند سے ملوانا چاہتی ہوں۔رشتوں کو

توڑنا بہت آسان ہے۔اگر ہم کوئی بہتر حل نہ نکال سکے تو پھر تم نے جو سوچا ہے کرتی رہنا۔شواف خاموش رہی۔

کبھی کبھی خاموشی اندر کے انسان کو تکلیف کے صحرا میں بھٹکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔وہ اپنے اندر کے انسان سے خفا تھی۔سونا (مشک بار) نے اسے پھر مخاطب کیا۔وہ اپنے خیالات سے باہر آ چکی تھی۔شواف نے اس کی آواز کو سننے کے بعد کہا۔ٹھیک کہہ رہی ہو۔میں بھی اتنے سال یہ ہی سوچتی رہی۔رشتے کس قدر اہم ہیں ، یہ میں جانتی ہوں۔مگر اب میں تھک چکی ہوں۔

سونا میں تھک چکی ہوں۔شواف نے یہ کہہ کر فون رکھ دیا۔دروازے پر پھر سے کوئی تھا۔اس کے دل میں پھر اوصاف کا خیال پیدا ہوا۔وہ کمرے سے نکل کر دروازے تک آ چکی تھی۔

اوصاف نے ایک نظر اسے دیکھا۔وہ سلام کر کے پیچھے ہٹ گئی۔اوصاف نے دھیمے لہجے میں کہا۔کہاں تھی۔میں کافی دیر سے بیل دے رہا ہوں۔ شواف خاموش رہی ۔وہ کمرے میں جا چکا تھا۔وہ اسے پیچھے سے کمرے میں جاتا دیکھ رہی تھی۔اس کا وجود عجیب کش مکش کا شکار تھا۔کیا ؟یہ وہ شخص ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں ۔اگر نہیں کرتی تو پھر اسے چھوڑتے ہوئے میں اتنا کیوں سوچ رہی ہوں۔اوصاف

نے پھر کمرے سے آواز دی۔شواف سوہا سو گئی۔وہ آتے ہی اپنی تین سال کی بیٹی کا پوچھتا تھا۔جس سے وہ اکثر دیر سے آنے کی وجہ سے مل نہیں پاتا تھا۔شواف نے اوصاف کو اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا، کہ وہ اوصاف سے خلع کا مطالبہ کیسے کرے۔اوصاف نے پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔میں نے تم سے کچھ کہا ہے۔کہاں ہو۔شواف نے دھیمے لہجے میں کہا۔ہاں سو گئی۔اوصاف نے شواف کی انکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ اس کے لیے فل ٹائم میڈ رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے بلکل لا تعلق ہو کر بیٹھ جاو۔وہ تمہاری زمہ داری ہے۔پتہ نہیں کیا سوچتی رہتی ہو۔اپنے دماغ کو تھوڑا سکون بھی دیا کرو۔

شواف نے گھڑی کو گھورنا شروع کر دیا۔

رات کے دو بج چکے تھے۔اوصاف اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق کھانا کھا کر کتاب پرھ کر سو چکا تھا۔شواف نے اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے لیے میگزین اُٹھایا۔جس کو درمیان سے ہی کھول لیا۔اس کی نظر ایک غزل پر پڑی۔

بنا مقصد کے جینا ہے تو!کیا فائدہ ایسے جینے کا
انکھیں نوچ سکتا ہے صیاد مگر خواب کیسے چھینے گا

ہم نغموں کے شیدائی ہیں نغمے ڈھونڈ ہی لائیں گئے
درد میں تو اور بھی مزا ہے، پیارے مہ کو پینے کا
ہر لفظ کا الگ مذہب ہے ،تیری سوچ کی مہر تلے
میری شاعری میں ڈھونڈتے ہو تم، درد اپنے سینے کا
(شاعرہ کنول نوید)

شواف نے دل ہی دل میں کہا کیا بکواس شاعری ہے۔پتہ نہیں کہنا کیا چاہ رہی ہے ۔شاعرہ ،اس نے کمرے میں آ کر سوہا کو سوتے ہوئے دیکھا۔اسے اپنی زندگی منحوس اور غیر تسلی بخش لگ رہی تھی۔اس نے دل ہی دل میں سوچا۔سب کچھ ہو جاتا ہے، کسی کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔جو ماں ایک دن کا بچہ چھوڑ کر مر جاتی ہے وہ بھی کوئی نہ کوئی پال ہی لیتا ہے۔سوہا کی تربیت میرے بغیر بھی ہو سکتی ہے۔اوصاف ہے نا۔وہ پھر اوصاف کو دیکھنے کے لیے بیڈ روم میں آئی۔اوصاف کو کافی دیر وہ سوتا ہوا دیکھ رہی تھی۔کمرے میں کھڑکی سے کافی روشنی آ رہی تھی۔شواف نے اپنا دم گھٹا ہوا محسوس کیا۔اس نے گھر کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔اس کے دل و دماغ میں تلخ قسم کی سوچیں چل رہیں تھیں اور وہ بغیر سوچے سمجھے سڑک پر چل رہی تھی۔

اگر انسان کی انتہا موت ہی ہے تو پھر یہ سارا ڈرامہ کس لیے ،کیوں۔اس سے تو بہت اچھا ہے کہ انسان مر جائے۔موت کو خود گلے لگا لے۔جس بات کو پچاس سال بعد ہونا ہے۔پچاس سال روکر انتظار کرنے سے اچھا ہے کہ ابھی ہو جائے۔ اس کی سوچوں میں انتشار اس قدر زیادہ تھا کہ وہ خود اپنے آپ کو سمجھا نہیں پا رہی تھی۔اس نے تیزی سے گاڑی کو آتے ہوئے دیکھا۔اس نے خودکشی کا سوچا اور گاڑی کے آگے کود گئی۔

سفیر نے گاڑی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔شواف کا ایکسڈنٹ ہوا مگر وہ معجزانہ طور پر بہت کم زخمی ہوئی۔سفیر اسے لے کر ہوسپٹل آ گیا۔سفیر نے اپنی امی کو فون کیا۔مریم مجتبی ایک سوشل ورکر تھیں۔وہ گھریلو تشدد سے متاثرہ خواتین کی مدد کرتیں تھیں۔سفیر کو یقین تھا کہ ضرور اس لڑکی نے گھریلو مسائل سے تنگ آ کر خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے۔سفیر نے امی کو ایکسیڈینٹ کا بتایا تو وہ پریشان ہو گئیں۔مریم مجتبی بہت بااثر ہونے کے ساتھ بہت رحمدل اور شفیق ماں تھیں۔

ساڑھے چار ہوئے تھے۔مریم مجتبی نے پھر بھی سفیر کو ہوسپٹل آنے کی پیش کش کی سفیر نے انہیں منع کر دیا۔پولیس کو وہ پہلے ہی مطلع کر چکا تھا۔پولیس انسپیکٹر سرفراز اس کا اچھا دوست تھا۔

گھڑی کا الارم بج رہا تھا۔اوصاف نے الارم بند کیا۔شواف بستر پر نہیں تھی۔وہ الارم بند کر کے دوبارہ سو گیا

اوصاف نے اپنی بہن کو فون کیا۔ارباب ،شواف کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔صبح جب میں جاگا تو وہ گھر میں نہیں تھی۔سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں۔ ارباب نے پریشانی سے کہا۔سوہا وہ کہاں ہے۔کیا اسے ساتھ لے کر گئی ہے۔اوصاف نے سوہا کی طرف دیکھا، نہیں نہیں وہ تو نسرین باجی کے پاس ہی ہے۔میں نے شواف کے والدین سے پتہ کیا تو انہیں کچھ پتہ نہیں وہ کہاں ہے۔میں نے اس کی تمام دوستوں اور رشتہ داروں سے بھی پتہ کرنے کی کوشش کی۔وہ اپنا موبائل بھی ساتھ نہیں لے

کر گئی۔میری سمجھ میں نہیں آ رہا کیا کروں۔حد ہے یہ تو۔کیا کروں میں اس عورت کا۔

ارباب نے اوصاف کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔شاہد کسی ایسی دوست کے پاس گئی ہو۔ جس کا آپ کو پتہ نہ ہو بھائی۔آپ کی لڑائی ہوئی تھی ،اس سے۔ اوصاف نے تلخی سے کہا۔ایسی تو کوئی لڑائی نہیں ہوئی اس سے ،کہ وہ گھر چھوڑ کر چلی جائے۔

کچھ دن پہلے،میں نے اسے تھوڑا ڈانٹا تھا۔فیس بک پر بہت سے لوگوں کو فرینڈ ز کی لسٹ میں شامل کر لیا تھااس نے۔نہ جان نہ پہچان۔میں نے اسے کہا تھا،اس طرح ہر ایک سے دوستی ٹھیک نہیں۔میں نے اسے اتنا کہا تھا کہ کچھ گناہ کیے نہیں جاتے ہو جاتے ہیں۔اتنی سی بات تھی کہ اسے لگا میں اس پر شک کر رہا ہوں۔ عقل کی بات تو اس کے دماغ میں آتی نہیں۔عجیب موٹا دماغ ہے اس کا۔اب اس طرح گھر سے جانے کا مطلب۔پریشان کر کے رکھا ہے۔تم ہی بتاو کیا کروں۔

ارباب خاموش تھی۔اوصاف نے پھر افسردگی سے کہا۔سوچ رہا ہوں پولیس میں رپورٹ کروا دو یا رہنے دوں۔وہاں جا کر کیا کہوں گا۔رات کو میری بیوی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔عجیب لگتاہے۔پتہ نہیں اس عورت کے دماغ میں کیا چلتا ہے۔

5

شواف کی امی کو دیکھ کر اوصاف نے بات مختصر کرتے ہوئے کہا۔اچھا ارباب میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔عطیہ جبین نے غصے سے اوصاف سے کہا۔کچھ پتہ چلا شواف کا۔اوصاف نے نرمی سے کہا نہیں آنٹی مجھے کچھ پتہ نہیں چلا۔وہ اپنا موبائل بھی ساتھ نہیں لے کر گئی۔عطیہ جبین نے پھر غصے سے کہا ، وہ گئی کیوں ہے ،میں یہ پوچھا چاہتی ہوں۔اوصاف نے ضبط کرنے والے لہجے میں کہا۔تو یہ آپ اسی سے پوچھئے گا۔کیوں کہ اس بات کی خبر تو مجھے بھی نہیں۔تم شوہر ہو اس کے ۔تمہیں خبر ہونی چاہیے ، عطیہ جبین نے چیختے ہوئے کہا۔ اپنی بیٹی اس لیے نہیں دی تھی تمہیں۔پتہ نہیں کیا کیا!

اوصاف نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔بیٹی دے کر احسان نہیں کیا ، آپ نے مجھ پر۔نفسیاتی مریض ہے آپ کی بیٹی۔زندگی عذاب بنا کے رکھ دی ہے۔اس نے میری۔پتہ نہیں کیا چاہیے اسے۔وہ خود نہیں جانتی کہ وہ کیا چاہتی ہے۔جب بھی اس سے کسی مسلے سے متعلق کوئی بات کرنے کی کوشش کرو، منہ بند کر کے ایسے بیٹھ جاتی ہے۔جیسے انسان کسی دیوار سے بات کر رہا ہو۔اب یہ حرکت۔سمجھ ہی نہیں آ رہا کیا کروں۔

عطیہ جبین رونے لگیں۔اوصاف بیٹا۔کچھ بھی کرو۔میری بیٹی کو ڈھونڈو۔میری بیٹی۔اوصاف نے انہیں ،ٹشو کا ڈبہ دیا اور کمرے میں چلا گیا۔

جب شواف کو ہوش آیا تو اسے اپنے پورے جسم میں درد محسوس ہو رہا تھا۔اس نے دل ہی دل میں سوچا۔او میرے اللہ ! یہ میں نے کیا کیا۔سوہا میری چھوٹی سی بیٹی ۔جب جاگے گی تو۔میں جس سے دور جانا چاہتی تھی۔وہ تو میرے ساتھ ہی ہے۔وہ رو رہی تھی۔پولیس نے اس کا بیان لینے کی کوشش کی تو اس نے کچھ بھی بولنے سے انکار کر دیا۔مریم مجتبی نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔انہوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔بیٹا کوئی بھی تکلیف یا غم اتنا بڑا نہیں ہوتا کہ انسان اس قسم کی حرکت کرے۔تم نے کیو ں اپنی زندگی ختم کرنے کا سوچا۔زندگی تو رب کی سب سے بڑی نعمت ہے۔اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھو۔شواف نے مایوسی سے ان کی طرف دیکھا۔

شواف مریم مجتبی کی طرف کچھ دیر دیکھتی رہی۔وہ کچھ بھی بولنا نہیں چاہ رہی تھی۔

ڈاکٹر نے سفیر سے کہا۔مریض کے سر پر جو زخم ہے اس کی ڈریسنگ کے لیے مریض

کوپانچ دن روز ہوسپٹل آنا ہو گا۔شواف نے سفیر کی طرف دیکھا جو ڈاکٹرز سے بات کر رہا تھا۔

مریم نے شواف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔میں ایک سوشل ورکر ہوں۔دوسروں کی مدد کرنا مجھے پسند ہے۔تم اگر مجھے اپنا مسلہ بیان کرو۔تو شاہد میں تمہاری مدد کر سکوں۔سفیر نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔میں ہوسپٹل کے بل وغیرہ دے کر آتا ہوں۔شواف نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔وہ کچھ دیر مریم کی طرف دیکھتی رہی۔جو اس کی ماں جیسی عورت تھی۔

ارباب نے اوصاف اور سوہا کو دیکھا۔اوصاف بھائی کچھ پتہ چلا بھابھی کا۔اوصاف نے مایوسی سے تلخ لہجے میں کہا ،کچھ پتہ نہیں چلا آ ج پانچ دن گزر گئے۔عجیب مسائل میں ہوں۔سوہا کا کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔اس کو سنبھالنے والی عورت چھٹی مانگ رہی ہے تین دن کی۔ارباب نے سوہا کی طرف دیکھا۔اوصاف بھائی آپ اسے میرے پاس چھوڑ دیں۔میں دیکھ لوں گی۔اوصاف نے تشکر بھری نظروں سے ارباب کی طرف دیکھا۔اوصاف نے اداسی سے کہا۔مجھے یقین نہیں آتا

شواف اپنی اتنی چھوٹی سی بیٹی کو اس قدر آسانی سے چھوڑ سکتی ہے۔ارباب نے سوہا کی طرف دیکھ کر کہا۔یقین تو مجھے بھی نہیں آ تا بھائی لیکن آج کے دور میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ایک بات کہوں ،اگر آپ کو بُرا نہ لگے تو۔اوصاف نے اپنے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے کہا۔پوچھو؟

شواف کا کسی کے ساتھ کچھ۔میرا مطلب ہے۔وہ کسی اور کو تو۔ایسے کوئی عورت اپنا گھر کیوں چھوڑے گی اکیلے رات میں۔اگر اسے آپ سے مسلہ تھا تو بھی اپنے والدین کے گھر جاتی۔اسی طرح تو نہیں۔اوصاف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔مجھے کبھی ایسا تو محسوس نہیں ہوا۔ہاں کچھ دن پہلے میں نے اس کی فیس بک دیکھی۔جس میں اس نے کافی انجان لوگوں کو فرینڈ لسٹ میں ڈالا ہوا تھا۔تو میں نے اسے منع کیا۔اس نے سب کو ان فرینڈ کر دیا تھا۔پھر ہماری اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ممکن ہے کہ اسے میری بات بہت بُری لگی ہو ،پھر بھی میں اس سے ،اس قسم کی حرکت کی امید نہیں کر سکتا تھا۔جو بات تم کہہ رہی ہو،مجھے نہیں لگتا کہ کچھ ایسا تھا یا ممکن ہے ایسا ہو۔میں اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔

ارباب نے سوچنے والے انداز میں کہا،بھائی دو ماہ بعد ہم دُبئی جا رہے ہیں۔آپ کا آگے کیا ارادہ ہے۔

اوصاف نے معنی خیز نظروں سے ارباب کی طرف دیکھا۔کیا مطلب ؟ارباب نے سنجیدہ لہجے کہا،ظاہر ہے ،اب آپ شواف کو تو قبول نہیں کریں گئے نا۔پانچ دن نہ جانے کہاں ہے۔کب آئے گی۔

ارباب نے دھیرے سے کہا،آپ کہیں تو میں آپ کے لیے لڑکی دیکھوں۔میں جب چلی جاوں گی تو سوہا کا کیا ہو گا۔آپ گھر دیکھیں گئے یا باہر۔اوصاف نے بے دلی سے کہا۔کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔جو تمہیں ٹھیک لگے کرو۔اس کا لہجہ تلخ ہورہاتھا۔وہ جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

وہ گاڑی چلاتے ہوئے شواف کے بارے میں سوچ رہا تھا۔شواف نے زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔پتہ نہیں زندگی آگے کیا کیا رُخ لے گی۔

مومنہ اپنے کمرے میں بیٹھی میگزین دیکھ رہی تھی۔اس کی امی نے کمرے میں آتے ہی اس سے میگزین لے لیا۔مومنہ نے انہیں دیکھا۔امی کیا ہوا۔صدیقہ نے مسکراتے ہوئے کہا، تمہارے لیے ایک رشتہ آیا ہے۔رشتہ مومنہ نے بے دلی سے کہا۔اچھا۔

مومنہ کے گہرے رنگ کی وجہ سے جو کوئی رشتہ آتا انکار کر کے چلا جاتا۔ہر کسی کو لڑکی گوری چاہیے تھی۔مومنہ کی بڑھتی عمر کی وجہ سے اس کی ماں پریشان تھی ، انہوں نے رشتہ کروانے والی سے کہا ہوا تھا۔جو آئے دن انہیں رشتے دیکھاتی تھیں۔صدیقہ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔مومنہ مگر اس کی تین سال کی بیٹی ہے۔اس کی بہن کو دُبئی جانا ہے ،وہ جلد سے جلد اپنے بھائی کے لیے ایک اچھی لڑکی چاہ رہی ہے۔مومنہ نے اپنی امی کی بات ختم ہونے پر کہا۔اس کی بیوی مر گئی کیا؟صدیقہ نہیں بھاگ گئی کسی کے ساتھ۔کیا؟ مومنہ نے حیرت سے کہا۔ امی ممکن ہے کہ وہ عورت اپنے بھائی کے کیے پر پردہ ڈال رہی ہو۔کوئی عورت کیسے اپنا گھر اتنی آسانی سے چھوڑ سکتی ہے۔

مومنہ کی امی نے اطمینان سے کہا۔صابر اچھی طرح جانتا ہے ،اوصاف کو۔اوصاف کے بارے میں اس کی رائے ہے کہ بہت شریف اور اچھا لڑکا ہے۔سارا دن کام پر ہوتا ہے۔پتہ نہیں اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا۔اس کی پہلی بیوی اسے کیوں چھوڑ گئی۔مومنہ نے شک سے بھرے لہجے میں کہا۔امی کوئی عورت یوں ہی تو اپنے شوہر کو نہیں چھوڑے گی نا۔

صدیقہ نے مومنہ سے کہا۔بلانے میں حرج کیا ہے۔تم دیکھ لو لڑکے کو اس کی بیٹی کو۔میں تمہارا گھر بستا دیکھنا چاہتی ہوں اور بس۔اٹھائیس سال کی ہو چکی ہو تم۔ابو تمہارے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔انہوں نے بھی تو کسی اور عورت کے لیے مجھے چھوڑ دیا۔تو کیا تم اب یہ کہو گی کہ میرا قصور تھا۔بیٹا یہ دنیا ہے۔یہاں بہت کچھ ہوتا ہے۔کبھی عورت اچھی نہیں ہوتی، تو کبھی آدمی اچھا نہیں ہوتا۔کبھی دونوں اچھے ہوتے ہیں مگر ایک دوسرے کے لیے نہیں۔مومنہ نے صدیقہ کے آگے ہتھار ڈالتے ہوئے کہا۔امی آپ جو چاہیں کریں۔آپ نے کرنی اپنی ہے بس کہلوانا میرے منہ سے ہے۔صدیقہ نے مسکراتے ہوئے ،مومنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔خوش رہو بیٹا۔ہمیشہ خوش رہو۔

اوصاف کو ارباب بہت سی لڑکیوں سے شادی کے لیے ملوا چکی تھی ، اوصاف کو کوئی بھی لڑکی ابھی تک سوہا کی ماں بننے کے لائق نہیں لگی تھی۔ایک ماہ ہو چکا تھا، شواف کا کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔اوصاف جب مومنہ سے ملنے آیا تو سوہااور ارباب اس کے ساتھ تھے۔مومنہ جب کمرے میں آئی تو اوصاف نے اسے ایک نظر دیکھنے کے بعد اپنی نظریں صدیقہ کی طرف گما لیں۔جو بول رہی تھی۔اوصاف

بیٹا میری بیٹی نے ایم اے اکنامکس کیا ہے۔ہمارے گھروں کی بچیاں نوکری تو کرتی نہیں۔آپ کو آپ کی بہن سے پتہ چل گیا ہو گا۔میرا بیٹا وقاص انگلینڈ میں ہوتا ہے۔اس کی شادی ہو جائے گی تو میں اس کے پاس چلی جاوں گی۔

اوصاف نے نظریں نیچے کرتے ہوئے کہا۔جی۔

اوصاف نے مومنہ کو دیکھا تو وہ سوہا کو دیکھ رہی تھی جو الماری میں پڑی گڑیا کو دیکھ رہی تھی۔مومنہ صوفہ سے اُٹھی اور گڑیا نکال کر سوہا کے ہاتھ میں دے دی۔سوہا بھاگتی ہوئی اوصاف کی گود میں جا بیٹھی۔اوصاف نے صدیقہ کی طرف دیکھ کر کہا۔آنٹی ،آپ کو پتہ تو ہو گا کہ میری پہلی بیوی شواف اچانک گھر سے چلی گئی ۔وہ اپنے والدین کے ہاں بھی نہیں۔نہ ہی اس کے والدین کو پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے۔میں نے پولیس میں رپورٹ کروائی ہے لیکن انہیں بھی ابھی تک کچھ پتہ نہیں۔

صدیقہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔بیٹا اگر وہ واپس آجائے تو تم کیا کرو گئے ۔میرا مطلب ہے ،اگر یہ رشتہ ہو جائے تو۔اوصاف نےافسردگی سے کہا۔میں اسے طلاق دے دوں گا۔مومنہ نے اس کے لہجے کی افسردگی کو محسوس کیا۔کچھ دیر بعد وہ لوگ جب چلے گئے تو صدیقہ نے مومنہ کی رائے لی۔کیا وہ اوصاف سے شادی کرنا چاہے گی۔مومنہ نے ہاں کہہ دی۔

ارباب کو دُبئی جانا تھا۔اوصاف نے سادہ انداز میں شادی کی پیشکش کی جسے مومنہ اور صدیقہ نے باخوش قبول کر لیا۔

مومنہ اپنے نئے گھر میں آچکی تھی۔اوصاف جب کمرے میں داخل ہوا تو بے اختیار اس کی نظر اوصاف کے چہرے کی طرف گئی۔اوصاف سے نظریں ملتے ہی ،اس نے نظریں جھکا لیں۔اوصاف نے اس کے پاس بیٹھتے ہی اسلام کرنے کے بعد کہا،مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے کیا سوچ کر مجھ سے شادی کی ہے۔مجھے اندازہ ہے کہ آپ کو مجھ سے بہت اچھا جیون ساتھی مل سکتا تھاجوپہلے سے شادی شدہ نہ ہو۔مومنہ نے پھر سے اس کے چہرے پر اداسی اور افسردگی دیکھی۔ اس نے نظریں اُٹھا کر دھیمے لہجے میں کہا۔اللہ تعالی نے مجھے آپ کو سونپنا تھا تو کسی اور کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا تھا۔

اوصاف کچھ دیر خاموش رہا۔پھر اس نے منہ دیکھائی کی رسم پوری کرتے ہوئے کہا۔مومنہ میرے والدین حیات نہیں ، ارباب بھی دُبئی جا رہی ہے۔میرے لیے سوہا ہی سب کچھ تھی ، میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی کو کسی بھی طرح کی کوئی کمی محسوس نہ ہو۔میں اکیلے اسے وہ محبت نہیں دے سکتا جس کی وہ حق دار ہے۔سوہا میری سب کچھ ہے۔میں چاہوں گا۔

مومنہ نے اوصاف کی بات کاٹ دی۔میری بھی۔اس نے اوصاف کی نظروں میں جھانکتے ہوئے ،اس کے دل میں اُترنے کی کوشش کی۔جو کوشش رائیگاں نہیں گئی تھی۔اوصاف کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔جسے وہ اپنے اندر اُترتا محسوس کر رہی تھی۔اس نے اوصاف کے ساتھ مل کر شکرانے کے نفل ادا کیے۔

مومنہ کے لیے زندگی کی نئ شروعات ہو چکی تھی۔اس نے سوہا اور اوصاف کو مکمل طور پر اپنا لیا تھا۔سوہا مکمل طور پر مومنہ کو اپنی ماں سمجھنے لگی تھی۔مومنہ نے دھیرے دھیرے اوصاف کے گھر کے ساتھ اس کے دل میں بھی جگہ بنا لی تھی۔

اوصاف دل ہی دل میں مومنہ کا تقابل شواف سے کرتا۔شواف شکل و صورت میں مومنہ سے کہیں زیادہ خوبصورت تھی۔مومنہ کی سیرت مگر اوصاف کے دل میں گھر کر گئی تھی۔شادی کو چار دن ہی گزرے تھے ، وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔صورت اور سیرت کے مقابلے میں صورت کبھی جیت نہیں سکتی۔شاہد اگر میری زندگی میں شواف نہ آتی تو میں کبھی بھی شادی کے لیے مومنہ جیسی لڑکی کو پسند نہیں کرتا۔

شادی کو تین ماہ گزر چکے تھے۔مومنہ نے انکھیں بند کیے اوصاف کو بستر پر لیٹا دیکھا تو اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی ،اوصاف چونک گیا۔مومنہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔آپ سو رہے تھے کیا۔اوصاف نے نہیں میں سر ہلایا۔مومنہ کے ہاتھ میں ایک البم تھی ، جس میں اس کی اور اس کے گھر والوں کی بہت سی تصاویر تھیں ، پرانی اور نئ۔وہ اوصاف کو البم دیکھانے لگی۔کافی دیر وہ چپ چاپ البم دیکھتا رہا۔اچھا۔ہاں ۔واقعی۔کے الفاظ۔مومنہ البم دیکھانے کے بعد خوشی خوشی کمرے سے جا چکی تھی۔اوصاف دل ہی دل میں سوچ رہا تھا،وہ کبھی بھی شواف کے لیے اس قدر نرم نہیں تھا۔ایک دفعہ شواف اسے اپنے کالج کی میگزین دیکھانا چاہ رہی تھی۔جس میں اس کی انعام لیتے ہوئے تصاویر تھیں۔اس کی شاعری پڑھوانا چاہ رہی تھی۔اوصاف نے تصاویر دیکھنے کے بعد کہا تھا۔ماضی سے نکلو۔حال میں جینا سیکھو۔شواف غصے سے میگزین لیے کمرے سے چلی گئی تھی۔نہ دوبارہ کبھی شواف نے میگزین کا ذکر کیا نہ ہی تصاویر کا۔

اسی طرح ایک دفعہ شواف ڈائری لیے آئی تھی کہ وہ کوئی غزل سنانا چاہ رہی ہے۔جیسے ہی وہ اوصاف کے پاس بیٹھی ،اوصاف کے فون کی بیل بجی تھی۔عامر کا فون تھا،وہ نئے ملنے والے کانٹریکٹ سے متعلق بات کر رہا تھا۔اوصاف نے شواف سے

سنجیدگی سے کہا۔مجھے شعر و شاعری میں کوئی خاص دلچسپی نہیں ،تم یہ اپنی کسی سہیلی کو سنا لینا پلیز۔وہ فون پر متوجہ ہو گیا تھا۔اس وقت اسے یہ سب محسوس نہیں ہوا تھا۔جو اب وہ محسوس کر رہا تھا۔شاید اس سے شواف کے معاملے میں کچھ خطائیں تو ہوئی ہیں وہ دل ہی دل میں مایوسی سے سوچ رہا تھا کہ مومنہ سوہا کو لیے کمرے میں آگئی ،وہ سوہا کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اوصاف کو بتاتی۔اوصاف جو شواف کی مختصر سی بات بھی مکمل سنے بغیر بول پڑتا تھا۔مومنہ کی باتیں بہت دلچسپی سے سنتا تھا۔

مومنہ اور اوصاف کی شادی کو چار ماہ ہو چکے تھے۔اوصاف نے کبھی بھی اس کے سامنے شواف کا ذکر تک نہ کیا تھا۔رات کو اوصاف گھر بہت دیر سے آیا مومنہ انتظار کر رہی تھی۔اوصاف کا فون بند ہونے کی وجہ سے وہ پریشان لگ رہی تھی۔ اوصاف کے پاس گھر کی چابی ہوتی تھی۔اس نے مومنہ سے کہا تھا کہ اگر اسے دیر ہو جایا کرئے تو وہ سو جایا کرئے مگر مومنہ اوصاف کے آنے سے پہلے کبھی بھی نہیں سوتی تھی۔اوصاف نے جب کمرے میں قدم رکھا تو مومنہ فون اُٹھائے کمرے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

میں کھڑی نظر آئی۔اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ آپ کا فون کہاں تھا۔اوصاف نے فون کی طرف دیکھ کر کہا وہ اس کی بیٹری۔

مومنہ فوراً کمرے سے چلی گئی۔اس کے لیے پانی لے کر آئی۔اوصاف نے پانی پیتے ہوئے مومنہ کی طرف تشکر کے انداز میں دیکھا۔اس نے پانی پینے کے بعد کہا۔ ضرور میں نے کوئی نیکی کی ہو گی کہ تمہارے جیسی بیوی مجھے ملی ہے۔اگر شواف اس طرح گھر چھوڑ کر نہ جاتی تو تمہارے جیسی بیوی مجھے کیسے ملتی۔مومنہ نے اوصاف کے منہ سے شادی کے چار ماہ بعد پہلی دفعہ شواف کا نام سنا تھا۔وہ بیڈ پر ستانے کے لیے لیٹ گیا۔مومنہ نے اوصاف کی نظروں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ شواف سے محبت کرتے تھے آپ۔اوصاف نے غیر متوقع سوال پر چونکتے ہوئے کہا۔ہوں۔کیا کہا تم نے؟مومنہ نے اوصاف سے دوبارہ سے سوال کیا ، شواف سے محبت کرتے تھے آپ ؟ اوصاف نے اپنے موبائل کو گھورتے ہوئے کہا۔انسان پہلی شادی بہت شوق سے کرتا ہے۔جب میں شواف سے ملا تھا۔شادی کے سلسلے میں مجھے وہ بہت اچھی لگی تھی۔اس سے پہلے میں نے کبھی کسی لڑکی کو اس طرح سے نہیں دیکھا تھا۔شادی کے بعد ہم دونوں کی سوچوں کے اختلاف نے ہمیں ایک دوسرے سے بہت دور کر دیا۔وہ تمہاری طرح میرا انتظار تو کرتی لیکن سو جاتی۔کچھ

عرصے بعد اس نے میرا انتظار کرنا بھی چھوڑ دیا۔مجھے اندازہ تھا کہ وہ سو جاتی ہے ۔میں بھی جلدی آنے کی کوشش نہ کرتا۔ہم دونوں میں بیزاری سی پیدا ہو چکی تھی۔اس کے جانے کے بعد میں نے محسوس کیا۔ہم دونوں ہی نے ایک دوسرے کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

مومنہ نے پھر کہا۔کیا آپ شواف سے محبت کرتے ہیں۔اوصاف نے دھیمے لہجے میں کہا۔محبت تو کرتا تھا۔اس کا احساس اس کے جانے کے بعد ہوا۔کاش کہ۔ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ پاتے۔مومنہ کی انکھوں میں آنسو آ گئے۔اوصاف نے مومنہ کی انکھوں میں دیکھا اور کہا۔جو ہوتا ہے مگر اچھے کے لیے ہوتا ہے۔مومنہ نے اوصاف سے کہا۔اگر آپ یہ سب نہیں کہتے تو بھی میں جانتی تھی کہ آپ شواف سے محبت کرتے تھے۔جب آپ مجھے دیکھنے آئے تھے تو آپ کے چہرے کی افسردگی بتا رہی تھی کہ آپ کس قدر مشکل سے کسی اور کو اپنی زندگی میں جگہ دینے جا رہے ہیں۔اوصاف آپ کے چہرے کی اداسی نے ہی مجھے آپ سے متاثر کیا۔میں نے سوچا جو آدمی اپنی پہلی بیوی سے محبت کرتا ہے۔جو اسے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔اس کے دل میں جگہ بنانا اور اس سے محبت پانا بہت آسان ہو گا۔میں بہت خوش قسمت ہوں کہ آپ مجھے ملے۔

اوصاف نے مسکراتے ہوئے کہا۔سچ تو یہ ہے کہ مجھے بھی عورت کی اہمیت کا احساس شواف کے جانے کے بعد ہوا۔گھر عورت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔آدمی عورت کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔اسی لیے تو جنت میں اللہ تعالیٰ نے جو پہلا رشتہ بنایا۔وہ میاں اور بیوی کا تھا۔عورت کو اللہ تعالی نے مرد سے بہت مختلف بنایا ہے۔عورت چاہے تو آدمی کو اپنے پیار سے بدل سکتی ہے۔میں کبھی شواف سے اس طرح باتیں نہیں کرتا تھا۔تم نے مجھے عادت ڈال دی ہے۔یا پھر مجھ میں تمہارے لیے اس تبدیلی کی وجہ شواف ہے۔یا پھر تم خود پتہ نہیں۔

جب سے تم سے شادی ہوئی ہے ،تم کوئی نہ کوئی بات نکال کر مجھ سے بات کیے بغیر کبھی نہ سوتی ہو نہ سونے دیتی ہو۔یہاں تک کہ آج میں نے تم سے اپنے دل کی وہ بات بھی کہہ دی جو میں تم سے نہیں کہنا چاہتا تھا۔مومنہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔آپ کو اپنے دل میں کوئی بات رکھنی بھی نہیں چاہیے۔مجھے شواف سے متعلق بھی باتیں سننے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔میں تو سمجھتی ہوں کہ اس نے انجانے میں اپنا سب کچھ مجھے سونپ دیا۔مجھے اس قدر اچھا شوہر کیسے ملتا اگر وہ گھر چھوڑ کر نہ جاتی۔

اوصاف نے اداسی سے کہا۔مجھے اس کے ماں ، باپ کے لیے بہت افسوس ہوتا ہے۔ان کی اکلوتی بیٹی تھی وہ۔پتہ نہیں کہاں اور کس حال میں ہو گی۔اس کی ماں نے تو پولیس کو کہا کہ میں نے ان کی بیٹی کو غائب کیا ہے۔وہ تو کالونی کے چوکیدار نے پولیس کو بتایا کہ اس نے شواف کو رات کو اکیلے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔مومنہ نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔آپ پریشان نہ ہوں۔میں آپ کے لیے کھانا لگاتی ہوں۔اوصاف نے ایک نظر مومنہ کو دیکھا۔

مومنہ پرانی چیزوں کو نکال کر پھینک رہی تھی صفائی کے دوران اسے شواف کی بہت سی تصاویر ملیں۔وہ مومنہ سے کئی زیادہ پرکشش اور خوبصورت تھی۔مومنہ نے تصاویر کو ایک شاپر میں ڈال کر الماری کے سب سے اوپر والے حصے میں رکھ دیا۔ایسا کرنے کے لیے جب وہ سٹول لے کر چڑھی تو اسے وہاں ایک ڈائری ملی۔جو شواف کی تھی۔اس نے شواف کی ڈائری پر سے دھول مٹی صاف کی اور آ کر اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔کافی دیر سوچنے کے بعد اس نے ڈائری کو کھول کر پڑھنے کا فیصلہ کیا۔

شواف کی لکھائی بھی اس کی تصاویر کی طرح بہت پیاری تھی۔یہ ڈائری اس کی شادی سے پہلے کی تھی۔کالج لائف کی تصاویر۔کچھ شعر۔کچھ مرجھائے ہوئے پھول۔

مومنہ کو جس چیز میں دلچسپی تھی وہ اسے ان شروع کے صفحات سے دور لے گئی اس نے ڈائری کو آگے آگے کرنا شروع کیا۔اس کی نظر اس کی شادی کی تاریخ پر جا رُکی۔جہاں پر اوصاف اور اس کی چھوٹی چھوٹی سی تصاویر لگی تھی۔وہ کافی دیر بنا پلک جھپکائے تصاویر کو دیکھ رہی تھی۔اوصاف اور شواف کی جوڑی ،میری اور اوصاف کی جوڑی سے کہیں زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔اس نے دل ہی دل میں سوچا۔اس نے مذید ورق پلٹ کر دیکھنے شروع کیے۔اوصاف کا نام لکھا دیکھ کر وہ رُک کر پڑھنے لگی۔

او صاف سے بات کرنا ہی بے کار ہے۔اسے غزل سنانا چاہ رہی تھی۔میں بھی پاگل ہوں۔شواف کی ڈائری کے صفحہ پر غزل لکھی ہوئی تھی۔جس پر بڑے بڑے کراس کے نشان تھے۔مومنہ نے غزل کو محسوس کرتے ہوئے دھیرے دھیرے پڑھا۔

اتنا سا بتاو نا

بس اتنا سا بتاو نا

کیا میں پیار نہیں کرتا

کیسا اظہار چاہتی ہو

کیوں بدگمانی لیے نگاہوں میں

میرے پاس آتی ہو

میں فقط تمہارا ہوں

میرا اقرار تم سن لو

وجود میں جذب کر لو نا

میرا اظہار تم سن لو

تمہاری دھڑکنوں میں رہتا ہوں

تمہاری سانسوں میں بستا ہوں

تم روتی ہو تو روتا ہوں

تم ہنستی ہو تو ہنستا ہوں

بس اتنا سا کہا تم نے

پھر انکھ کھل گئی میری

میرا خواب سچ ہو گا کیا

میرے ہمسفر بتاو نا

اتنا سا بتاو نا

بس اتنا سا بتاو نا

بہت سے صفحات آگے کے خالی تھے۔پھر ایک جگہ مومنہ نے لکھا ہوا پڑھنا شروع کیا۔میرے پاس سب کچھ ہے مگر وہ نہیں جو میں چاہتی ہوں۔شادی کے بعد بھی میری زندگی کی جو سب سے بڑی کمی تھی پوری نہیں ہو پائی۔اوصاف کی انکھوں میں جو محبت میں دیکھنا چاہتی تھی ، کبھی نہیں دیکھ پائی۔نہ ہی جو میں سننا چاہتی تھی اس نے کبھی کہا۔ہمارا رشتہ محض ضرورت کا ہے۔محبت کا نہیں۔

ایسے لگتا ہے جیسے کسی پر بوجھ کی طرح مجھے لاد دیا گیا ہے۔پتہ نہیں اوصاف مجھ سے خوش بھی ہے یا نہیں۔عجیب بیزاری کی کیفیت ہم دونوں میں ہے۔شادی کے ایک سال ہی میں ہم دونوں کو ہی ایک دوسرے سے بات کرنے کا بھی دل نہیں کرتا۔پتہ نہیں آگے کیا ہو گا۔امی کہتی ہیں ایک دو بچے ہو جائیں تو آدمی بدل جاتے ہیں۔میرے ہونے سے تو میرے والدین میں کوئی قربت نہیں پیدا ہوئی تھی۔ان کی لڑائی تو ہر تیسرے دن ہوتی تھی۔میری اور اوصاف کی لڑائی تو نہیں ہوتی لیکن

ایسا بھی تو کچھ نہیں۔جس سے قربت کا احساس ہو۔پتہ نہیں میں کبھی اس سے اور وہ کبھی مجھ سے محبت کر سکیں گئے یا نہیں۔پتہ نہیں۔

بہت سے صفحات خالی ہی پڑے تھے۔سوہا کی چھوٹی ،چھوٹی سی تصاویر ڈائری کے ایک ورق پر چسپاں تھی۔نیچے اس کی تاریخ پیدائش لکھی تھی۔باقی پوری ڈائری خالی تھی۔عجیب عورت تھی شواف۔مومنہ نے دل ہی دل میں سوچا۔ضرورت اور محبت کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔انسان اپنی ضرورت پر محبت کو قربان کر دیتا ہے۔کوئی آپ کی ضرورتوں کا اور آپ اس کی ضرورتوں کا دل سے خیال رکھیں تو محبت تو خودبخود پیدا ہو جاتی ہے۔

شواف کے ماں باپ ،اوصاف سے بہت ناراض تھے۔انہیں اس کے شادی کر لینے پر شدید غصہ تھا۔سوہا کی چوتھی سالگرہ پر شواف کی ماں سوہا کے لیے بہت سے تحائف لے کر آئی۔اوصاف کو ان سے ہمدردی تھی۔اس نے انہیں سوہا سے ملنے اور پیار کرنے سے نہ روکا۔مومنہ نے انہیں عزت سے بیٹھایا اور سوہا کو لے کر آئی ۔شواف کی ماں نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے مومنہ سے تلخ سے لہجے میں کہا۔میں عطیہ جبین ہوں۔شواف کی ماں اور اوصاف کی ساس۔میری بیٹی کو تو پتہ نہیں۔چلو

چھوڑو۔میری سوہا مجھے دو۔مومنہ کے ہاتھوں سے گھسیٹ کر سوہا کو۔نانی نے اپنی طرف کھینچا۔بلکل میری شواف کی کاپی ہے۔پھر رونے لگی۔سوہا نے معصومیت سے پوچھا۔نانی آپ کیوں رو رہی ہو؟ عطیہ جبین نےافسردگی سے کہا۔اپنی ماں کو بھول گئی ہو، سوہا میری بچی۔اوصاف ان کی بے بسی کو دیکھ رہا تھا۔اس نے مایوسی سے مومنہ کی طرف دیکھا۔مومنہ نے دھیرے سے کہا۔آنٹی ہم شام کو سوہا کے لیے سالگرہ کی پارٹی کر رہے ہیں۔آپ آیئے گا۔عطیہ جبین نے تلخ لہجے میں کہا۔تم لوگ خوشیاں مناو۔میرے دنوں کا چین اور راتوں کی نیند حرام ہو چکی ہے۔نہ جانے میری بچی کہاں ہے۔کاش میں اس کی شادی اپنے خاندان میں کرتی۔کاش۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔سوہا بڑی ہو رہی تھی۔اس کا چھوٹا بھائی آفتاب اور چھوٹی بہن ماہ رُخ اس سے بہت پیار کرتے تھے، مومنہ تینوں بچوں میں فرق نہیں کرتی تھی۔سوہا باقی دو بچوں سے متنفر ہی رہی تھی۔مومنہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ساری کوششوں کے باوجود سوہا کیوں کھوئی ہوئی رہتی ہے۔اس کی ہر سالگرہ پراس کی نانی اس کے گھر آتی ،اس کے لیے تحائف لاتی تھی۔اوصاف کا خیال تھا ، سوہا سے شواف کے بارے میں کچھ بھی چھپانا ٹھیک نہیں ہو گا۔سوہا کوشواف کے بارے

میں صاف صاف بتا دیا گیا تھا۔اگرچہ بارہ سال کی سوہا بہت سی باتوں کو سمجھنے سے قاصر تھی لیکن اس کے دل و دماغ میں اس کی نانی کی باتیں گھر کر گئی تھی۔سوہا اکثر اپنی نانی سے ملنے ان کے پاس چلی جاتی۔اوصاف نرم مزاج اور شفیق باپ تھا۔ اس نے سوہا کو کبھی نانی سے ملنے سے نہیں روکا تھا۔نانی کی باتوں نے سوہا کے دل میں اپنے باپ کے لیے نفرت ڈال دی تھی۔جس کا وہ کبھی کھل کر اظہار نہ کرتی ۔اپنے چھوٹے بہن بھائی سے بھی وہ کٹی کٹی رہتی۔وہ اکثر سوچتی ، ممکن ہے کہ پاپا ،کو مومنہ آنٹی پسند ہو ں۔اس کی نانی جو بات کہتی وہ انکھیں بند کر کے ان پر یقین کرتی۔

وہ ہمیشہ شواف کی گم شدگی کو اوصاف اور مومنہ کی ملی بھگت قرار دیتی تھی۔انہو ں نے سوہا کے دل میں یہ ڈالا تھا کہ تمہارا باپ مومنہ سے شادی کر نا چاہتا تھا۔ اسی لیے تو شواف کے غائب ہونے کو ایک ماہ بھی نہیں ہوا تھا کہ شادی کر لی۔وہ حقارت سے کہتیں عشق کیا گدھی سے تو پری بھی کیا چیز ہے۔بس مرد کا دل جس پر آ جائے۔وہ جو بھی کہانی گھڑتی سوہا دل سے اس پر ایمان لے آتی۔وہ دل و جان سے نانی جان پر فدا تھی۔شواف کے والد کی وفات کے بعد ،نانی اور بھی اکیلی ہو گئی۔انہوں نے اوصاف سے آکر بہت منت سے سوہا کو مانگا۔سوہا ان کے ساتھ جانا

چاہتی تھی لیکن اوصاف نے منع کر دیا۔اوصاف اور مومنہ نے انہیں اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کی۔سوہا نے نانی کو اپنے ساتھ رہنے کا کہا تو وہ مان گئی۔اب وہ ہر وقت سوہا کے ساتھ رہنے لگی۔

سوہا کو شواف کے بچپن کی باتیں بتاتیں۔پھرشادی کے متعلق جب بتاتی تو باتیں کرتے کرتے رونے لگتی۔سوہا انہیں تسلی دیتی۔دل ہی دل میں شادی کے رشتے کو منحوس قرار دیتی۔اپنے باپ کو کوستی اور نانی کو چپ کرواتے کرواتے خود رونے میں ان کی شریک ہو جاتی۔اس کا پڑھائی میں بلکل دل نہیں لگتا تھا۔اوصاف اس کی پڑھائی کو لے کر پریشان تھا۔اس نے مومنہ سے پریشانی کے لہجے میں کہا۔باقی دو بچے تو پڑھائی میں اچھے ہیں ، تم سوہا کی طرف دھیان کیوں نہیں دیتی۔اسے توجہ کی ضرورت ہے۔مومنہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔اس کی نانی مجھے اس کے پاس بیٹھنے دے تب نا۔مجھے لگتا ہے کہ ہم نے عطیہ آنٹی کو گھر میں رکھ کر غلطی کی۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ انہیں منفی باتوں کو کر کے کیا سکون ملتا ہے۔سوہا بھی میری ایک نہیں سنتی۔میں کیا کروں۔

اوصاف نےافسردگی سے کہا۔سوہا کو ہماری محبت پر یقین نہیں۔مومنہ نے اوصاف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔انسان کس پر یقین کرتا ہے وہ خود طے کرتا ہے۔سوہا

اب بڑی ہو رہی ہے ، سگی ماں کا تصور ہی محسور کن ہوتا ہے ، خاص کر تب جب وہ ایک خواب و خیال ہو۔دل ہر اس شے کے لیے زیادہ تڑپتے ہیں ،جن کے نہ پاسکنے کا اندیشہ ہو۔سوہا میں تبدیلی کو میں محسوس کررہی ہوں۔وہ ہم سے دور ہو رہی ہے۔اوصاف نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میں شواف کی ماں کو گھر سے نکال دوں۔مومنہ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔میں یہ کہہ رہی ہوں کہ، اس سے پہلے ہمارے ہاتھوں سے ہمارے بچے نکل جائیں۔آنٹی سے بات کریں۔وہ ہمارے بچوں کے دلوں میں نفرت ڈالنا چھوڑ دیں۔

رشیدہ روتے ہوئے ہچکیاں لے رہی تھی، روتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔باجی مجھے اور میرے بچوں کو دھکے دے کر باہر نکال دیا۔میرے پاس تو رہنے کی کوئی جگہ ہے نہ ٹھکانا۔ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر کہاں جاوں۔ ایک سال کا بچہ اس کا گود میں انگوٹھا چوس رہا تھا۔جبکہ دو چھوٹی بچیاں منہ میں ہاتھ ڈالے اس سے چپک کر کھڑی تھیں۔مجھے ایک بھلی عورت نے یہاں کا پتہ دیا۔آپ غریبوں کی مدد کرتی ہو تو، ہماری بھی مدد کر دو نا باجی۔وہ روتے ہوئے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔

شواف نے اسے خاموشی سے دیر تک سنا تھا۔وہ ہر روز اس طرح کی کہانیاں سنتی تھی۔اس کی این جی او۔ایسی عورتوں اور غریب لوگوں کو امداد فراہم کرنے میں پیش پیش تھی۔جب وہ خاموش ہو گئی تو شواف نے آرام سے اسے پانی پینے کا کہا۔ دیکھو بی بی۔تمہاری مدد تو ہم ضرور کریں گئے۔اگر واقعی تم جو کہہ رہی ہو سچ ہوا تو۔

رشیدہ نے پانی پیتے ہوئے ایک اور ہچکی لی۔باجی آپ کو میری بات پر یقین نہیں ۔شواف نے پر وقار لہجے میں کہا۔دیکھو بی بی یقین کوئی چیز نہیں کہ میں اُٹھا کر اُدھر سے اِدھر رکھ لوں۔تمہارے بچے اور تم ایک گھر میں جب اتنے عرصے سے رہتے رہے ہو تو اچانک ایسا کیا ہوا کہ تم سب کو باہر نکال دیا گیا۔کیا تمہارے شوہر کو تم سے کوئی شکایت تھی۔اگر تھی تو تم نے اسے دور کرنے کی کوشش کی یانہیں ۔تمہارے شوہر سے بات کرنے کی کوشش کریں گئے۔اسے سمجھانے کی کوشش کریں گئے بچوں کو یوں یتیموں کی طرح پالوں گی کیا۔اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہو گا۔رشیدہ کی ہچکی رُک چکی تھی۔باجی پیسے بلکل نہیں دیتا۔کام کرتا نہیں ہے ۔

شواف نے اچھا کہا اور خاموش رہی۔رشیدہ پھر بولی پہلے کرتا تھا۔بچوں سے بھی پیار کرتا تھا۔جب سے کام نہیں رہا اس کا۔کبھی ایک کو مارتا ہے کبھی دوسرے کو۔بات بات پر کہتا ہے نکل جاو۔شواف نے افسردگی سے کہا ، تو تم نکل آئی۔رشیدہ نے روتے ہوئے کہا۔نہیں جی بچی کو مار رہا تھا تو میں درمیان میں آ گئی۔غصہ میں آ کر کہہ دیا۔میرے ٹکڑے کھا کر مجھے مارتے ہو تو گھر سے دھکے دے کر باہر نکال دیا بچے میرے ساتھ نکل آئے۔شواف نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔تم کیا کام کرتی ہو۔ رشیدہ نے کہاباجی لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہوں۔شواف نے پریشانی سے کہا۔تم نے اس کے زخم کو کھرید ا اور کہتی ہو کہ وہ اُف تک نہ کرے۔جب تک خود کو اس کی جگہ رکھ کر نہیں سوچوں گی تو اسے معاف نہیں کر پاو گی۔ذرا سوچو ۔ایک آدمی جو پہلے سے بیزار ہے تم اسے اور طعنہ زنی کرو۔یہ کیا اچھی بات ہو گی۔اس نے غصے میں آ کر تمہیں نکال دیا ہے۔تم جا کر معافی مانگ لو۔رشیدہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔میں کیوں معافی مانگوں۔اس نے مجھے مارا میری بیٹی کو مارا۔ شواف نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔یہ بیٹی باہر نہ جانے کس کس کی مار کھائے گی ،اگر باپ کا سایہ سر پر نہیں ہو گا تو۔ہمارے کچھ ورکر تمہارے گھر گئے تھے۔ تمہارے شوہر سے ان کی بات ہوئی ہے۔ہم تمہارے شوہر کے لیے کام کا بندوبست

کر رہے ہیں۔تم گھر جا کر اس سے معافی مانگ لو۔درخت کو اُگ کر پیڑ بننے میں بہت وقت لگتا ہے۔جب کہ کاٹنے کے لیے کچھ لمحے درکار ہوتے ہیں۔زندگی میں تبدیلی لمحوں کی محتاج ہوتی ہے۔

رشیدہ خاموشی سے کچھ دیر بیٹھی رہی۔شواف نے اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا پھر اپنے پرس سے دو ہزار روپے نکال کر رشیدہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ تمہارا شوہر بس حالات سے پریشان ہے۔اصل میں رشتوں کی آزمائش ہی اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دونوں طرف سے کھچاو کا شکار ہوتے ہیں۔کسی ایک طرف کو اپنا کھچاو چھوڑنا ہی ہوتا ہے تاکہ وہ زیادہ مضبوطی سے ایک دوسرے سے جڑیں اگر ایسا نہیں کر پائیں تو رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔شواف نے انکھیں بند کرتے ہوئے ایک لمبی سانس لی۔دھیمے لہجے میں کہا۔توڑنے اور ٹوٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ہم لوگ موت کو سر کرنے کے لیے خودکشی کو ترجیح دیتے ہیں۔دوسروں کو ہارانے کی چاہت انسان کو کبھی جیتنے نہیں دیتی۔کبھی جیتنے نہیں دیتی۔

رشیدہ پیسے لے کر جا چکی تھی۔شواف کرسی پر گردن رکھے انکھیں بند کئے دیر تک بیٹھی رہی۔آج پھر اس کی اور اس کے ورکر کی کوششوں سے ایک گھر ٹوٹنے سے بچ گیا۔ایمن آ کر میز بجا رہی تھی کہ شواف چونک گئی۔میڈم آپ گھر نہیں گئیں۔

شام کے سات ہو رہے ہیں۔شواف نے اپنی عینک کو اتار کر صاف کیا۔ہاں بس جانے ہی والی ہوں۔

سوہا انیس سال کی ہو چکی تھی۔اس کی نانی بہت بیمار تھیں۔ وہ دن رات ان کے پاس رہتی ان کا خیال رکھتی۔وہ اسے ڈھیروں دُعائیں دیتی۔سوہا کے دل و دماغ میں نانی اس طرح بسی ہوئی تھی کہ ان کی موت پر اسے اپنی کائنات ختم ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔وہ لگا تار دو دن تک روتی رہی۔مومنہ نے اسے گلے لگا کر تسلی دینے کی کوشش کی لیکن اس نے نہ صرف اسے دھتکار دیا بلکہ اسے بُرا بھلا بھی کہا۔جب اوصاف نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ اس پر بھی غصہ ہو کر کمرے میں چلی گئی۔مومنہ اور اوصاف اداسی سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔سوہا ایف اے کے امتحان میں بری طرح فیل ہونے کے بعد گھر میں ہی تھی۔ اس نے مذید پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔جبکہ اس کا واحد کام جو نانی کی باتیں سننا تھا۔ان کی دیکھ بھال کرنا تھا۔وہ بھی ختم ہو چکا تھاتو وہ زندگی سے سخت مایوس تھی۔

اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ خود کشی کر لے۔اگر مرنا ہی ہے تو انسان جیتا کیوں رہتا ہے۔وہ روتے ہوئے خود سے سوال کر رہی تھی۔جس کا جواب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

شواف نے اخبار میں اوصاف کی تصویر سوہا کے ساتھ دیکھی۔ جس میں کانٹیکٹ نمبر کے ساتھ لکھا تھا۔اس بچی کا نام سوہا اوصاف ہے ،جو کل سے گھر سے لاپتہ ہے۔ جس کو کہیں بھی دیکھائی دے۔رابطہ کریں۔بچی اپنی نانی کی موت پر صدمے کا شکار ہے۔پتہ بتانے والے کو انعام دیا جائے گا۔

شواف کو اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس ہوا۔اس نے فوراً این جی او آ کر اپنے ورکر کے ساتھ میٹینگ کی۔انہیں سوہا کی تصویر دے کر اس کا پتہ کرنے کا کہا۔اس نے پولیس کمشنر اعجاز سے بات کرتے ہوئے کہا۔اس بچی کو ہر حال میں ڈھونڈنا ہے۔ہر حال میں۔وہ غم کی شدت سے رونے لگی۔پولیس کمشنر نے اسے تسلی دی۔آپ تسلی رکھیں۔بچی ضرور مل جائے گی۔

سوہا نے میری غلطی کو دہرایا ہے۔کیوں۔میرے اللہ کیوں۔وہ اپنے آپ کو ستے ہوئے رو رہی تھی۔کاش کہ میں اس وقت گھر سے قدم باہر نہ نکالتی ،کاش میرے مولا تو نے مجھے روک لیا ہوتا۔کاش

مومنہ اوصاف کو تسلی دے رہی تھی۔اوصاف نے پریشانی سے کہا۔کچھ سمجھ نہیں آتا ، سوہا ایسے کر کیسے سکتی ہے۔میری بیٹی ، کہاں کمی رہ گئی ،مجھے تو سمجھ نہیں آتا۔میرے اللہ آج تین دن ہو گئے ،اس لڑکی کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔پولیس کی بھی مدد لے رہا ہوں ، جوان لڑکی ہے ،اس نے اپنی گردن جھکا لی۔اس کی انکھوں سے آنسو چھلک گئے۔

اس نے روتے ہوئے کہا۔شاہد مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو، شاہد۔ مومنہ نے اوصاف کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔اللہ بہتر کرئے گا۔آپ حوصلہ رکھیں۔فون کی بیل بج رہی تھی۔مومنہ نے فون اُٹھایا۔اس کی ماں کا فون تھا۔مومنہ سے انہوں نے سوہا کے بارے میں پوچھا۔مومنہ نے بتایا تو انہوں نے افسوس سے کہا۔جیسی ماں تھی ویسی بیٹی نکلی۔بے چارہ اوصاف۔انہوں نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔کیکر کے پیڑ سے پھول

کہاں ملتے ہیں۔اس کی ماں کا ابھی تک پتہ نہیں تو بیٹی کا کیاپتہ چلنا ہے۔اللہ اوصاف کو حوصلہ دے۔

مومنہ نے کچھ دیر کی بات کے بعد فون بند کر دیا۔وہ اوصاف کی حالت سے پریشان تھی۔اسے بھی سوہا کی فکر تھی۔اس نے انکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔اے اللہ ہماری بچی کو محفوظ رکھنا۔

پولیس کمشنر اعجاز نے سنجیدگی سے کہا۔دیکھیں آپ کے لیے ہم نے پورا شہر چھان مارا۔آپ نے جس لڑکی کو ڈھونڈنے کا کہا تھا۔وہ اپنی نانی کی موت کے بعد اس کے گھر والوں کے مطابق پریشان تھی۔شام کو گھر سے نکلی۔اس کی نانی نے کافی رقم اس کے نام کر دی تھی۔اپنا گھر بھی اس لڑکی کے نام کر دیا تھا اپنی زندگی میں ہی۔وہ لڑکی گھر سے نکلنے کے بعد بینک میں گئی۔اس نے سات ہزار روپے کی شاپنگ بھی کی۔عام گھر کا سامان لینے کے بعد وہ اپنی نانی کے گھر گئی اس کے بعد وہاں سے وہ کہاں گئی۔کچھ پتہ نہیں چل رہا۔کیوں کہ اس کی نانی کے گھر کے باہر تالا لگا ہے۔اس کے باپ کا کہنا ہے کہ بچی صدمے میں تھی۔مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ وہ کسی لڑکے کے ساتھ شہر چھوڑ گئی ہے۔

شواف نے مکمل خاموشی سے ساری باتیں سنی۔اس نے اداسی سے کہا۔مجھے نہیں لگتا کہ وہ کسی لڑکے کے ساتھ شہر چھوڑ کر گئی ہے۔پولیس کمشنر نے تھوڑی دیر کے توقف سے کہا۔آپ یہ کیسے کہہ سکتی ہیں۔آپ کی این جی اومیں تو مدد کے لیے ایسی لڑکیاں روز آتی ہوں گی۔جو جوانی کے جوش میں گھر کی دہلیز تو پار کر لیتی ہیں ،پھر تمام عمر پچھتاوا ان کا مقدر بن جاتا ہے۔شواف نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔ آپ کہہ تو ٹھیک رہے ہیں،لیکن بعض اوقات صرف جوانی ہی مسائل پیدا نہیں کر رہی ہوتی۔لڑکیاں کئی نفسیاتی مسائل کا بھی شکار ہوتی ہیں۔مایوسی اور محرومی گھر چھوڑنے کی بڑی وجہ ہو سکتی ہے۔ہمارے معاشرے میں فقط ایک ہی چیز کو بغاوت کی وجہ قرار دیا جاتا ہے۔اگرچہ انسان کبھی کبھی خود بھی خود کو سمجھ نہیں پاتا تو دنیا اسے کیا سمجھے گی۔

پولیس کمشنر نے عاجزانہ انداز میں کہا۔آپ اب ہم سے کیا خدمت چاہتی ہیں۔ ہمارے مطابق تووہ لڑکی سوہا اس شہر میں نہیں ہے۔اس کی نانی کے پاس جو موبائل تھا،اس کی سم بھی نکال دی گئی ہے۔مجھے لگتا ہے کہ لڑکی نے مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ گھر چھوڑا ہے۔مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ اس نے گھریلو استعمال کی چیزوں

کا کیا کیا۔شاہد وہ الگ سے گھر بنا رہی تھی۔یا پھر۔یہاں سے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ شواف نے مسکراتے ہوئے کہا۔آپ کا مطلب ہے کہ سوہا یعنی وہ لڑکی کہیں الگ سے اکیلے رہنے کا سوچ رہی تھی۔مگر کہاں۔اس کی نانی کی تو موت۔۔۔۔۔شواف پھر خاموش ہو گئی۔کچھ دیر بعد شواف نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ہم اس سلسلے میں پھر ملتے ہیں۔

پولیس کمشنر نے ٹشو پیپر نکالتے ہوئے کہا ،جی جی۔جب آپ چاہیں۔وہ بھی جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔شواف نے ڈرائیور کو بلایا اور چابی اس سے لے لی۔وہ بہت سالوں بعد مانوس راستوں سے ہوتی ہوئی اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی تھی۔اس نے اس گھر میں اپنا بچپن اور لڑکپن گزارا تھا۔اپنی ماں کو یاد کرتے ہوئے، اس کے آنسو چھلک گئے۔وہ کیوں اپنی ماں سے تمام عمر ملنے کی ہمت نہیں کر سکی۔وہ کیوں کسی رشتے کا سامنا نہیں کر سکی۔بہت سے کیوں اس کے دماغ میں گھوم رہے تھے۔اس نے اپنے ایک ورکر عمیر کو فون کیاجو تالا توڑے بغیر تالا کھول لیتا تھا۔ کچھ دیر میں عامر شواف کے سامنے کھڑا تھا۔

جی میڈیم میں ابھی اسے کھولتا ہوں۔عامر نے پورے یقین سے تالے کو دیکھتے ہوئے کہا۔کچھ دیر میں تالا اس کے ہاتھ میں تھا۔شواف نے اسے جانے کا کہا۔اس

نے مدد کی پیش کش کی۔شواف نے منع کر دیا۔وہ اکیلے ہی اندر جانا چاہتی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا اگر میں سوہاواقعی اگر نانی کے صدمے سے گھر سے نکلی ہے تو اسے یہاں ہی ہونا چاہیے۔وہ دھیرے دھیرے صحن سے چلتی ہوئی اندر آئی تو سوہا لاونج میں بیٹھی تصاویر دیکھ رہی تھی۔اس کے سامنے اس کی بچپن کی تصاویر تھیں۔یہ اس کی پہلی سالگرہ کی البم تھی۔جس میں اوصاف اور شواف دونوں اس کے ساتھ ساتھ تھے۔وہ تصاویر دیکھنے میں اس قدر محو تھی کہ شواف چلتی ہوئی کب اس کے قریب آ کھڑی ہوئی ، اسے کچھ خبر نہیں تھی۔

شواف اسے دم بخود ہو کر دیکھ رہی تھی۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے دُھل چکا تھا۔اس کی ہچکی نے سوہا کو چونکا دیا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو شواف کو اپنے سر پر کھڑا پایا۔وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔اسے اپنی انکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے شواف کا چہرہ چھوا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ماما۔ ماما۔میری ماما۔

شواف نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔سوہا میری جان۔تم یہاں اکیلی کیوں رہ رہی ہو۔تم نے گھر کیوں چھوڑا۔سوہا نے شواف سے لپٹتے ہوئے کہا۔اگر مجھے پتہ ہوتا

کہ گھر چھوڑنے پر آپ مجھے مل جاو گی تو میں بہت پہلے گھر چھوڑ دیتی۔ماما۔آپ مجھے کیوں نہیں اپنے ساتھ لے کر گئی۔مجھے کیوں پاپا کے کیے کی سزادی۔کیوں؟ شواف نے سوہا کو چومتے ہوئے کہا۔پتہ نہیں بیٹا کبھی کبھی ہمارا دل اور دماغ ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا۔ہم وہ کر جاتے ہیں جو ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔میں نے تمہیں کیسے اور کیوں چھوڑ دیا۔مجھے خود پتہ نہیں چلا۔سوہا ، مجھے معاف کر دو۔مجھے معاف کر دو۔

سوہا نے اپنی ماں کو پانی لا کر دیا۔شواف کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے ،ہنسنے کی کوشش کی اور کہا۔ماما میں آپ کو صرف اسی صورت معاف کروں گی۔جب آپ وعدہ کریں کہ مجھے پھر کبھی چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔ میں شدید نفرت کرتی ہوں اپنے باپ سے جس نے ہمیں جدا کر دیا۔

شواف نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔یہ تمہیں کس نے کہا کہ اوصاف کی وجہ سے ہم جدا ہوئے۔سوہا نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔مجھے نانی نے سب بتایا۔شواف نے حیرت سے پوچھا ، نانی نے تمہیں کیا بتایا ہے؟

نانی نے مجھے بتایا کہ پاپاکومومنہ آنٹی سے محبت ہو گئی تھی۔شواف نے مذید حیرت سے پوچھا۔کون مومنہ آنٹی۔سوہا نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔پاپا کی بیوی اور کون

۔آپ تو یوں حیران ہو رہی ہیں کہ جیسے کچھ جانتی ہی نہ ہوں۔شواف نے افسردگی سے کہا میری امی بھی نا۔پتہ نہیں تمہیں کیا کیا پٹیاں پڑھاتی رہی ہیں۔سچ تو یہ ہے سوہا، میرے گھر چھوڑنے کی وجہ اوصاف نہیں میں خود تھی۔میں۔میں اور صرف میں۔سچ تو یہ ہے کہ میں صرف میں میں سوچتی تھی۔میری خوشی ، میرا غم ،میری سوچ یا یوں کہہ لوکہ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ میں بھی غلط ہو سکتی ہوں۔ بس یہی سوچتی تھی کہ سب کچھ میرے ساتھ ہی غلط ہوتا ہے۔ غلط کرنے والے دوسرے ہیں ، میں مظلوم ہوں۔سچائی مگر کچھ اور ہی تھی۔

اپنے گھر چھوڑنے کے فیصلے پر میں دن رات پچھتاتی آئی ہوں۔میرے جذباتی سے فیصلے نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔اللہ کا شکر ہے کہ تمہارے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا ، جو میرے ساتھ ہوا۔میں نے اپنی بے وقوفی سے اپنی جنت کو چھوڑ دیا۔میری جنت۔میرا گھر۔میرا شوہر۔سب کچھ۔اس نے ایک سرد آہ بھری۔ سوہا نے حیرانی سے کہا۔ماما آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔نانی۔

شواف نے سوہا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔نانی۔تمہاری نانی بے شک میری ماں تھیں ۔اللہ انہیں جنت نصیب کرئے لیکن وہ انتہائی احمق تھیں۔ انہوں نے میرے اندر بھی مایوسی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ڈالا۔ہمیشہ منفی خیالات ہی۔شواف نے آہ

بھرتے ہوئے کہا۔سوہا۔تمہاری نانی کو صرف افسوس کرنا ہی آتا تھا۔ان کے نزدیک دنیا غموں کا گڑھ تھی۔انہوں نے اپنے منفی خیالات مجھ میں بھی بھر دیے۔یہاں تک کہ میں رب سے بھی زیادہ کی امید نہیں کرتی تھی۔

سوہا تمہیں میں بتاوں کہ میں دُعا کیسے کرتی تھی۔شواف نے گرتے ہوئے آنسووں میں کہا۔میں یوں دُعا مانگتی تھی کہ اے میرے مالک تو اپنے نیک اور مومن بندو ں کی آخری صف میں جو آخری انسان ہو ، بس وہی مجھے بنا دے۔بعد میں مجھے سمجھ آئی کہ میں کیوں اپنی جنت سے نکال دی گئی۔کیوں کہ میں نے بدگمانی کی۔

پھر بعد میں مجھے کسی نے دُعا مانگنا سکھائی اور کہاکہ رب سے جب مانگنا ہی ہے تو پہلی صف کے پہلے مومن بننے کی دُعا کیوں نہیں مانگتی ہو۔وہ تو بے نیاز ہے۔وہ تو وسعتوں کا مالک ہے۔وہ سب کچھ دے سکتا ہے۔سب کچھ۔جب انسان پہاڑ کی چوٹی سر کرنے کی خواہش کرتا ہے تو اس کی کوشش بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔وہ پھر چھوٹے پتھر نہیں دیکھتا۔اپنی سوچ اور خواہش کو بلند رکھو۔تمہاری کاوش خود بخود ویسی ہو جائے گی۔

سوہا نے اداسی سے کہا۔اگر ایسا تھا توما ما آپ واپس کیوں نہیں آئیں۔آپ کہاں تھیں۔آپ کو میری یاد نہیں آئی۔ایسا کیا ہو گیا تھا کہ آپ نے گھر چھوڑ دیا۔آخر مسلہ کیا تھا۔

شواف نے افسردگی سے کہا۔میرے جیسی عورتوں کا سب سے بڑا مسلہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں کوئی مسلہ نہیں ہوتااور وہ اپنے دماغ کو مسائل کا گھر بنا لیتی ہیں۔کسی نے کہا ہے نا خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔میرے دماغ نے بھی مجھے دھوکا دیا۔کبھی کبھی انسان موت کو سر کرنے کے لیے خود کشی کر لیتا ہے۔میں نے بھی ایسا ہی کیا۔سوہا۔سچ تو یہ ہے کہ میں خود اس وقت نہیں جانتی تھی کہ میں کیا چاہتی ہوں ۔اوصاف کی محبت چاہنے کے باوجود اس کے سامنے جھکنے اس سے محبت مانگنے کی روادار نہیں تھی۔وہ میرا شوہر تھا۔مگر میری ماں نے مجھے یہی سکھایا تھا،شوہر سب کچھ ہو سکتا ہے مگر ہم راز اور محبوب نہیں۔عجیب بیزاری کے جذبات نے میرے دل و دماغ کو گھیر لیا تھا۔میں کوئی بھی اچھی چیز سننے سمجھنے کو تیار نہ تھی۔

بعدمیں جب میں نے خود سے شناسائی حاصل کی تو جانا کہ میں اوصاف میں سب کچھ بدلنا چاہتی تھی۔اسے اپنے مطابق بنانا چاہتی تھی۔ مجھ میں کیا کمی تھی کبھی سوچا ہی نہ تھا۔سوچتی بھی کیسے ، میری نظر مجھ پر تھی ہی نہیں۔میرا بچپن اپنے ماں

،باپ کی لڑائیاں دیکھتے ہوئے گزرا۔میری ماں ہمیشہ افسردگی سے کہتی تھی۔میں نے تمہاری وجہ سے گھر نہیں چھوڑا۔جیسے جیسے میں بڑی ہوئی ، اپنے ماں باپ سے متنفر ہوتی گئی۔اوصاف سے شادی کے کچھ ہی عرصے میں میں اس سے بھی مایوس ہو گئی ۔کیوں کہ میرے دل و دماغ میں میری ماں نے یہ ہی بھرا تھا۔دنیا میں کسی کو خوشی نہیں ملتی۔مل ہی نہیں سکتی۔

سوہا نے حیرت سے کہا۔ماما آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ آپ کے گھر چھوڑنے میں پاپا کا کوئی بھی قصور نہیں تھا۔شواف نے اپنے گرتے ہوئے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔جہنم کے متلاشی کو جنت نہیں ملتی۔اسے تو جنت سے نکلنا ہی ہوتا ہے۔میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔میں ہمیشہ اوصاف کی ہر بات کو منفی انداز میں لیتی۔وہ ایک اچھا اور سمجھدار انسان تھا۔مگر میں خود کو عقل کل سمجھتی تھی۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنا گھر، اپنی عزت اپنا سب کچھ لٹا دیا۔میں جب گھر سے نکلی تھی تو سخت مایوسی میں تھی۔سوچا تھا کہ خود کشی کر کے اوصاف کو سزاد وں گی۔ہم جو دوسروں کو دینا چاہتے ہیں ،وہی ہمارے پاس لوٹتا ہے۔اپنی انا کے خول میں قید رہ کر کبھی محبت نہیں ملتی ،تنہائی ہی ملتی ہے،کچھ پانے کے لیے دونوں ہاتھ خالی رکھنے پڑتے ہیں۔دینا پڑتا ہے سوہا۔جب تک میں نے گھر کی دہلیز پار نہیں کی تھی ،میں نے دینا نہیں

سیکھا تھا۔اوصاف کے معاملے میں۔میں نے اپنی مٹھیاں ہی بند رکھی۔نہ ہی اس سے کچھ لے پائی۔نہ ہی دینے کا حوصلہ کیا۔دینا مجھے ایک انجان عورت نے سکھایا۔ جب میں نے گھر چھوڑا تو میں نے کسی کے بارے میں نہیں سوچا۔میرا خیال تھا اپنی ماں کی طرح میں تمہیں اپنی محرومی کے لیے الزام نہ دوں۔میں نے گھر چھوڑ دیا۔ ایک گاڑی کے ساتھ ایکسیڈنٹ کے بعد بچ گئی۔ہوسپٹل میں جب ہوش آیا تو میری ملاقات مریم مجتبیٰ سے ہوئی۔بہت اعلیٰ خیالات کی مالک عورت تھیں۔وہ این جی او چلاتی تھی۔غریب لوگوں اور گھریلو تشدد کا شکار عورتوں کی مدد کرتی تھی۔جس گاڑی سے میرا ایکسیڈنٹ ہوا وہ ان کے بیٹے سفیر کی تھی۔بظاہر وہ خوش اخلاق ہمدرد دل رکھنے والا انسان تھا۔میں ابھی تک اپنے جذبات کو سمجھنے سے قاصر تھی۔میں نے گھر کیوں چھوڑا۔اس کی کوئی بھی احمقانہ دلیل دینا چاہو تو بنا لوں۔لیکن سچ تو یہ ہے کہ اگر میں تھوڑی سی بھی سمجھدار ہوتی تو اپنے پاوں پر خود کلہاڑی نہ مارتی۔ مریم مجتنی کے ساتھ اس کے گھر جانے کے بعد ،مجھے کچھ کچھ عقل آنا شروع ہوئی ۔مریم آنٹی نے مجھے عورتوں سے ملوایا جو گھریلو تشدد کا شکار تھیں۔انہیں دیکھ کر میرا دل بدل گیا۔آنٹی نے مجھے سمجھایا کہ شوہر اور اولاد بہت بڑی نعمت ہیں۔ کوشش سے سب کچھ مل سکتا ہے۔دنیا کو ہم خوشی کی جگہ یا غموں کا گڑھ خود بناتے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔
www.pakistanipoint.com

ہیں۔میں ان کی باتوں سے بہت متاثر ہوئی۔میں نے واپس گھر جانے کا ارادہ کر لیا۔ سفیر کو مریم آنٹی نے میرے ساتھ بھیجا۔سارے راستے میں سوچ رہی تھی، کہ اوصاف سے اپنے کیے کی معافی مانگ کر زندگی کو دوبارہ سے شروع کروں گی۔
سفیر مجھے ایک پارک میں لے گیا۔مجھے حیرت تھی۔میں نے اسے گھر کا پتہ پھر سے سمجھایا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔اتنی جلدی کیوں ہے گھر جانے کی آپ کو۔ مجھے کچھ دیکھانا ہے آپ کو۔اس نے جو مجھے دیکھایا۔اس سے میرے ہوش اُڑ گئے ۔اس نے گیسٹ روم کے واش روم میں کہیں پر کیمرہ لگایا ہوا تھا۔غصہ سے میں نے اس کا موبائل توڑ دیا۔وہ شیطان کی صورت لگ رہا تھا۔مجھے لگا کہ وہ ماں بیٹا ملے ہوئے ہیں۔ماں بے کار میں اچھائی کا ڈھونگ کرتی ہے۔ بیٹا اس طرح لڑکیوں کو بلیک میل کرتا ہو گا۔اس نے صاف صاف لفظوں میں مجھ سے کہا،اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ میری ویڈیو یو ٹیوب پر اپ لوڈ کر دے گا۔
اس وقت تو میرا جی چاہ کہ زمین کھلے اور اس میں دھنس جاوں۔لیکن کچھ ایسا نہیں ہوا۔کچھ بھی ایسا نہیں ہوا۔مجبوراً میں اس کے ساتھ واپس آ گئی۔اس نے اپنی ماں سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے قبول نہیں کیااور مجھے طلاق دے دی۔وہ اپنی ماں سے اس طرح بات کر رہا تھا کہ مجھے لگا کہ اس کی ماں اس کی حرکتوں سے بے خبر

ہیں۔اس نے اپنی ماں سے افسردہ لہجے میں کہا۔مجھے لگتا ہے کہ یہ لڑکی پھر خودکشی کی کوشش کرئے گی۔آپ اسے سمجھائیں کہ خودکشی کرنا انسان کے بس میں ہے لیکن مرنا انسان کے بس میں نہیں۔

اس کی نظروں میں گندگی کو میں اپنے وجود پر بُرے طریقے سے محسوس کررہی تھی۔میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس عذاب کا کیا کروں۔مجھے اچھے سے احساس ہوا کہ گھر کی چار دیواری اور شوہر کی ایک عورت کی زندگی میں کیا اہمیت ہوتی ہے۔سفیر نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے اس کی باتوں کو نہ مانا تو وہ کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔میں دوبارہ سے وہ راہ ڈھونڈنے لگی ،جو میری موت کو مجھ سے قریب کر دے۔وقت کی ستم ظریفی نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔شواف نے آہ بھرتے ہوئے سوہا کی طرف دیکھا۔ہم غلط سوچتے ہیں تو ہمیں ٹھیک کیسے مل سکتا ہے۔میں اس وقت سوچ رہی تھی کہ مریم مجتبیٰ اچھے ہونے کا ڈھونگ کر رہی ہے۔یہ ماں بیٹا ملے ہوئے ہیں۔میرے دل میں یہ ہی چل رہا تھا۔مریم آنٹی نے مجھے پریشان پا کر آتے ہی کہا بیٹا کچھ بھی ہو زندگی ختم نہیں ہوتی۔ہر مسلہ کا ایک حل ہوتا ہے۔ایسا کوئی مسلہ نہیں ہوتا جس کا حل نہ ہو۔بس ہمیں حوصلہ کے ساتھ طریقے بدل بدل کر مسلہ کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔زندگی میں بے شک شوہر سے

بڑھ کر کوئی تحفظ نہیں دے سکتا لیکن عورت اپنے آپ کو خود بھی سنبھال سکتی ہے ۔وہ خود بہت کچھ کر سکتی ہے۔میں ان کی باتیں سن کر رونے لگی۔میں انہیں کہنے ہی والی تھی کہ سفیر کو کیسے منع کروں۔میں اس کی غلام نہیں ہوں۔میں کیا کروں مگر ابھی میں کہہ نہیں پائی تھی کہ سفیر وہاں آگیا۔اس نے اپنی امی سے کہا کہ وہ مجھے ہوسپٹل لے کر جانا چاہتا ہے تاکہ ڈاکٹر میرے سر کے زخم کا معائنہ کر سکے۔ مریم آنٹی نے فوراً ہاں کہہ دیا۔میں نے منع کرنے کی کوشش کی تو سفیر نے اپنا موبائل میری طرف کرتے ہوئے کہا۔شواف کیا آپ واقعی نہیں جانا چاہتی ہیں۔کیا واقعی۔میں نے اس وقت بزدلی دیکھائی اور کہا۔میں چلوں گی۔

میری بزدلی پر میں قابو نہ رکھ سکی۔سفیر نے اس کا فائدہ اُٹھایا۔ہم جب واپس گھر آئے تو آنٹی مریم گھر پر نہیں تھیں۔سفیر نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔مجھے تم بہت اچھی لگی ہو۔ویسے تو یہاں کتنی لڑکیاں آئیں اور گئیں لیکن نہ جانے تم میں کیا ہے کہ تمہیں کسی اور کو دینے کا جی نہیں چاہتا۔مجھے اپنا وجود کسی کٹ پتلی کا سا محسوس ہو رہا تھا۔مجھے شدت سے اوصاف کی اور تمہاری یاد آ رہی تھی۔مگر میں بے بسی سے سفیر کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔اس نے پاس آ کر میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر

کہا۔مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔میں اوصاف کے منہ سے یہ سننا چاہتی تھی۔ہمیشہ مگر میں کبھی اسے کہہ نہیں پائی کہ میں اس کے منہ سے ایسا کچھ سننا چاہتی ہوں۔ رشتوں میں خاموشی نہیں ہونی چاہیے۔خواہ کسی ہی خواہشات اور شکایات ہوں بیان کر دینی چاہیں۔میں سفیر کی طرف دیکھ رہی تھی مگر اوصاف کو سوچ رہی تھی۔سفیر کو لگا کہ میں اس کی محبت کو قبول کر رہی ہوں۔کچھ دن گزرے ہی تھی کہ اس نے آنٹی مریم سے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

آنٹی مریم میرے پاس آئیں۔انہوں نے سفیر کی خواہش کے متعلق مجھے بتایا۔میں تو پہلے ہی سفیر کے سامنے ہتھیار ڈال چکی تھی۔بلکل خاموش آنٹی کا چہرہ دیکھتی رہی ۔سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں۔آنٹی مریم نے کہا۔ دیکھوبیٹا یہ تمہاری زندگی ہے اس کا فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا ہے۔تم ہاں کہو تو ہی میں تم لوگوں کی شادی کروا دوں گی۔اگر تم نہیں کہو گی تو بھی۔یہ تمہاری زندگی ہے۔

بیٹا زندگی ایک انمول تحفہ ہے۔اس کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔انسان کو سوچ سمجھ کر ہر قدم لینا چاہیے۔میں ان کے گلے لگ کر رونے لگی۔انہوں نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔بیٹا جو بھی تمہارے دل میں ہے۔اسے نکال باہر کرو۔میں تمہاری ہر ممکن مدد کروں گی۔میں نے روتے ہوئے کہا۔میری مدد کوئی نہیں کر سکتا۔کوئی بھی نہیں۔

آنٹی مریم نے نرمی سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔کیوں اللہ پر یقین نہیں ہے تمہیں۔مدد ضرور ملتی ہے اگر یقین سے مانگی جائے۔اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ تمہاری مدد کوئی نہیں کر سکتا تو پھر واقعی تمہاری مدد کوئی نہیں کر سکتا۔میں مذید رونے لگی۔مریم آنٹی نے پیار سے میرے سر پر بوسہ دیا اور شفقت سے کہا، میری این جی او میں روز عورتیں روتی ہوئی آتی ہیں۔میں انہیں یقین کرنا سکھاتی ہوں۔یقین بہت بڑی قوت ہے۔دوسروں پر یقین اپنے آپ پر یقین۔

میں نے روتے ہوئے کہا۔یقین کرنے کی وجہ سے میں نے اپنی عزت گنوا دی ، آپ کے بیٹے نے میرا سب کچھ چھین لیا۔میں نے تو سوچا تھا کہ اوصاف سے معافی مانگ لوں گی۔لیکن سفیر نے مجھے میرے گھر واپس جانے ہی نہیں دیا۔وہ مجھے لگا تار بلیک میل کر رہا ہے آنٹی۔میں کیا کروں۔آپ کہتی ہیں میں یقین کروں۔خود پر یقین کروں۔میرا وجود مجھے ایک کٹ پتلی لگ رہا ہے۔جس کی ڈور سفیر کے ہاتھوں میں ہے۔نہ جانے شادی کے پردے میں وہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہ رہا ہے۔آپ کی نوکرانی سفینہ ہر وقت مجھ پر نظر رکھتی ہے تا کہ میں خودکشی نہ کر لوں۔وہ مجھے لگاتار نیند کی گولیاں دیتی ہے۔مجھے لگتا ہے کہ میرا دماغ ہر وقت سوتا ہی رہتا ہے۔آپ بتائیں میں کیا کروں۔اب تو میں اپنے شوہر اور بیٹی کے پاس بھی

نہیں جانا چاہتی۔اپنا وجود مجھے اس قدر گندہ محسوس ہوتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔آنٹی مریم نے میری باتیں غور سے سنی اور کچھ بھی کہے سنے بغیر کمرے سے باہر نکل گئی۔انہوں نے اپنی نوکرانی سفینہ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔جس نے سفیر کے خلاف ثبوت فراہم کیے۔سفیر کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔

سفیر کو پتہ چل چکا تھا کہ اس کی ماں کو میں نے اس کے کرتوت بتائے ہیں۔اس نیک عورت نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنی تما م جائداد سے عاق کر دیا۔انہوں نے مجھ سے معافی مانگتے ہوئے کہا۔مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میر ا اپنا بیٹا ایسا کر سکتا ہے۔اس دنیا میں ہر انسان اپنے عمل کے لیے جواب دہ ہے بیٹا۔میرے گھر میں تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا۔اس کے لیے میں بہت شرمندہ ہوں۔بیٹا تم میرے ساتھ میری این جی او میں چلا کرو۔وہاں کام کر کے تمہیں اچھا محسوس ہو گا۔اگر تم اپنے شوہر کے پاس نہیں بھی جانا چاہتی تو زندگی ختم نہیں ہو جاتی۔زندگی کا کوئی مقصد بنا لو۔تمہیں زندگی خوبصورت لگنے لگے گی۔اچھا سوچو گی تو اچھا ہی ہو گا۔

کچھ ماہ سکون سے گزر گئے۔میں بھی کام میں سکون محسوس کرنے لگی۔تم سے جدائی میں نے اپنی سزا سمجھ کر قبول کر لی۔آنٹی نے مجھے دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا سکھایا ہی تھا کہ ،سفیر کو اس کے کچھ دوستوں نے رہا کروا دیا۔اس نے غصہ

اور طیش میں آ کر اپنی ماں پر گولی چلا دی۔آنٹی مریم کو سفیر کے ہاتھوں گولی لگی ۔ان کا ڈرائیور مر گیا۔آنٹی مریم نے اپنی تمام جائداد میرے نام کر دی۔انہوں نے مجھے اپنے آخری دنوں میں زندگی جینے کا حوصلہ دیا۔

انہوں نے مجھے کہاکہ زندگی کا مقصد متعین کرنا لازمی ہے۔تم دوسروں کی زندگی بہتر بنانے کو اپنا مقصد بنا لو۔جو ہو چکا اس پر کسی کو اختیار نہیں لیکن ہم اپنے آج کو خوبصورت ترین بنا سکتے ہیں۔سفیر کو دیکھو۔اس نے اپنی زندگی اپنے گندے مقاصد کر پورا کرنے کے لیے ضائع کر دی۔اس کی گولی سے مرنے والا ڈرائیور اور زخمی ہونے والی ماں اسے نظر نہیں آ سکتے۔کیوں کہ اس کے دماغ میں کسی کو سکون پہنچانا مقصد نہیں۔سکون پہنچانے والا دماغ پر سکون رہتا ہے۔سفیر کو شروع سے کچھ نفسیاتی مسائل تھے مگر وہ اس حد تک پہنچ جائیں گئے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

ہمارا دوسروں پر اختیار نہیں لیکن ہمارا خود پر اختیار ہے۔بیٹا، میں چاہتی ہوں تم میری این جی اومیں آنے والے انسانوں کے لیے تسکین فراہم کرو۔انہیں جینے کی امید دو۔خود کو سکون کی تلاش ہو تو دوسروں کو سکون دو۔سکون آپ سے دور جا ہی نہیں سکے گا۔اگر خود کٹ پتلی نہیں بننا چاہتی تو دوسروں کو بااختیار ہونے کے طریقے سکھاو۔وہ مرتے مرتے مجھے جینا سکھا گئی۔اس عورت کے حوصلہ کی داد دیتی

ہوں میں ،جس نے اچھائی کے ساتھ کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کی کوئی پروا نہیں کی۔

وہ چاہتی تو مجھ پر شک کر سکتی تھی۔اس نے پلٹ کر مجھ سے ایک لفظ نہیں کہا۔ بلکہ تحقیق کے بعد اپنے بیٹے کو سزا دینے کی ٹھان لی۔اگرچہ وہ اندر سے دُکھی تھی ۔اس نے ایک لفظ ایسا نہیں کہا جس سے مایوسی چھلکتی ہو۔ میرے سامنے اس نے دم توڑا۔اس نے مرنے سے پہلے جو مجھ سے کہا۔وہ میں نے لکھ کر اپنے بستر کی دراز میں رکھا ہوا ہے۔اس نے مجھ سے کہا۔شاہد میں اب ایک آدھ دن ہی اور زندہ رہوں۔زندگی اور موت انسان کے اختیار میں نہیں۔جو اختیار میں نہیں اس کے پیچھے بھاگنے سے اچھا ہے کہ جو اختیار میں ہے اس میں بہتری کی جانب سفر کیا جائے۔میں تم میں مریم مجتبی دیکھتی ہوں۔میرے بعد تم میرے جیسی بننا۔درست اور غلط کا فرق دل بتا دیتا ہے۔اگر تم خود بھی غلط ہو تو غلط کا ساتھ مت دو۔اپنے آپ کو روکو۔اسے تفکر کہتے ہیں۔اپنی ذات کو پل پل سوچو۔

سوہا مجھے اس عورت کی موت سے ایسا لگا سچ میں اس کی روح مجھ میں آگئی۔سفیر جب جیل میں تھامیں آنٹی مریم کے ساتھ این جی او جاتی۔وہ مجھے ایسے کام سکھاتی ۔جیسے وہ جانتی تھی کہ وہ مرنے والی ہیں۔مجھے وہ ایسے سب سے ملواتی جیسے اپنا

سب کچھ انہیں مجھے سونپنا ہے۔میں نے زندگی کا مقصد بنایا کہ جو غلطی مجھ سے ہوئی ہے میں دوسری عورتوں کو اس سے روکنے کی کوشش کروں گی۔میں ہر طرح سے لوگوں کو سکون فراہم کرنے کی کوشش کروں گی،بس اب مجھے یہی کرنا ہے۔جو میرے پاس سکون کی اور مدد کی جستجو لے کر آتے ہیں۔میں ان کی ہر حال میں مدد کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔مریم آنٹی نے ہر کسی کو بتایا تھا کہ میں ان کی بھتیجی ہوں۔سفیر کو سزائے موت ہوئی تھی۔مریم آنٹی کا ڈرائیور عباس سفیر کی گولیوں سے موقع پر ہی مر گیا۔اس کے خاندان کی میں نے ہر ممکن مدد کی اور مریم آنٹی سترہ دن ہوسپٹل میں رہنے کے بعد فوت ہوئیں۔

شواف نے تھکے ہوئے سر کو صوفے پر ٹیکا لیا۔سوہا ابھی تک اپنی ماں کی بیان کردہ کہانی میں گم تھی۔شواف نے پھر دھیرے دھیرے سے کہا۔زندگی کی طویل داستان جسے جینے میں ہم سر تا پاوں تک ہلکان ہو رہے ہوتے ہیں۔کچھ لمحوں کی محتاج بیان ہوتی ہے۔سوہا نے اپنی ماں کی طرف دیکھااور کچھ لمحوں کے توقف سے بولی۔ماما کیا آپ واپس نہیں آ سکتی۔شواف نے مسکراتے ہوئے کہا۔زندگی پیچھے نہیں آگے جانے کا نام ہے سوہا۔میری جان میری غلطیوں سے سبق سیکھو۔ میری غلطیوں کو نہ دُہرانا۔واپس گھر جاو۔اپنے گھر۔

سوہا نے افسردگی سے کہا۔آپ۔آپ گھر نہیں جائیں گی۔اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ غلط ہیں تو معافی مانگ لیں نا پاپا سے۔شواف نے کچھ لمحے سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا۔معافی تو مانگ لوں گی مگر کچھ غلطیوں کی معافی نہیں ہوتی۔جو کچھ میں نے تمہیں بتایا۔وہ میں اوصاف کو نہیں بتا سکتی۔فائدہ بھی نہیں ہے۔یہ ساری باتیں بتانے کا مقصد فقط اتنا تھا سوہا کہ تم خود سے سوچنا سمجھنا شروع کرو۔ہمارے بڑے غلطیوں سے مبرا نہیں ہوتے۔وہ اپنی زندگی اپنی عقل و سمجھ کے مطابق گزارتے ہیں۔ہمیں ان کی سمجھ کے ساتھ ساتھ خود چیزوں کو پرکھنا ہوتا ہے۔تم نے اپنی نانی کی باتوں کو مان لیا مگر خود غور و فکر کو ترجیح دیتی تو اس قدر مایوسی کا شکار نہ ہوتی کہ گھر چھوڑ دو۔مگر تم نے بھی میرے والی غلطی کی۔سوہا نے افسردگی سے کہاماما مجھے لگتا تھا کہ پاپا نے آپ کے ساتھ بُرا کیا، اس لیے میرے دل میں۔

شواف نے مسکراتے ہوئے کہا۔اوصاف نے میرے ساتھ کچھ بُرا نہیں کیا۔میرے ساتھ جو بھی اچھا یا بُرا ہوا۔اس کی زمہ دار میں خود ہوں۔میں اوصاف کو فون کر رہی ہوں، کر دوں نا۔

سوہا نے روتے ہوئے کہا۔میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں ماما۔ شواف نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ٹھیک ہے میں تمہارے پاپا سے کہوں گی کہ وہ تمہیں میرے

پاس رہنے دیں۔تم اپنی زندگی کے مقاصد متعین کرو۔اب تم چھوٹی بچی نہیں ہو سوہا کہ میں تمہیں گود میں بیٹھا کر رکھوں گی۔تمہیں خود جینا سیکھنا ہے۔سوہا نے روتے ہوئے کہا۔جب میں چھوٹی تھی تو آپ نے مجھ سے اپنی گود چھین لی۔اور۔ شواف نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔میں اپنی ہر غلطی کی سزا پا چکی ہوں اگر پھر بھی تم مجھے کوئی سزا دینا چاہو تو میں حاضر ہوں۔سوہا نے شواف سے لپٹتے ہوئے کہا، آپ کی سزا یہ ہے کہ اب آپ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گی۔ سمجھی آپ۔

شواف سوہا کو لے کر اپنے گھر چلی گئی۔شواف نے اوصاف کو فون کر کے سوہا کے ملنے کی اطلاع دی۔جو سوہا کے لیے بہت پریشان تھا۔جب اوصاف اس کے گھر پہنچا تو شواف اور سوہا کو ساتھ ساتھ دیکھ کر حیران رہ گیا۔شواف۔۔۔۔۔اس کے منہ سے اتنا ہی نکل پایا۔

شواف نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔آئیں اوصاف بیٹھیں۔ شواف کے چہرے پر لگی عینک اس کے بالوں میں اتری ہوئی ہلکی سی چاندی بہت سا وقت بیت جانے کی گواہی دے رہی تھی۔وہ کچھ دیر اس کی انکھوں میں نہ بیان کیے جانے والی شکایات کے ساتھ دیکھتا رہا۔

شواف نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ آگے آئیں نا۔ وہاں ہی کھڑے رہیں گئے کیا۔اوصاف نے ایک سرد آہ بھری۔وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا شواف کے سامنے رکھے ہوئے صوفہ پر بیٹھ گیا۔اس نے سوہا سے کہا،تم کہاں تھی بیٹا میں کس قدر پریشان تھا، تمہیں اس بات کا اندازہ بھی ہے۔سوہا نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔پاپا ایم سوری۔

اوصاف نے شواف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔یہ تین دن سے تمہارے پاس تھی اور تم نے بتایا تک نہیں۔سوہا نے اوصاف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔نہیں پاپا ، ماما توآج ہی یہاں مجھے لائیں ہیں۔میں نانی کے گھر اکیلی ہی رہ رہی تھی۔اوصاف نے افسردگی اور غصے سے کہا کیوں۔تم نے گھر کیوں چھوڑا۔اس کی نظریں واپس شواف پر جا رُکی تھیں۔شواف نے نظریں جھکا لیں۔سوہا نے فوراً کہا۔پاپا ماما اور میں آپ سے سوری کرنا چاہتے ہیں۔کیا آپ ہمیں معاف نہیں کر سکتے۔شواف نے اوصاف کی طرف دیکھا۔جس کی انکھو ں سے آنسو چھلک گئے تھے۔

اوصاف کا فون بج رہا تھا۔مومنہ اوصاف نے شواف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، وہ مومنہ ہماری سوہا مل گئی۔وہ شواف تھی جس نے فون کر کے اس کے متعلق اطلاع

دی تھی۔مومنہ نے فوراً سے کہا اللہ کا شکر ہے ،ہماری بیٹی مل گئی۔آپ اسے گھر لے آئیں نا۔اوصاف نے مومنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ہاں۔لا رہا ہوں۔

اوصاف نے سوہا کو گھر چلنے کے لیے کہاتو سوہا نے اوصاف سے کہا۔پاپا میں ماما کو گھر نہیں لے جاسکتی۔میری ماما میرے ساتھ نہیں رہ سکتی۔اوصاف نے افسردگی سے کہا، یہ تم اپنی ماما سے پوچھو۔میں نے کبھی اسے گھر سے نہیں نکالا تھا۔وہ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔سوہا بیٹا گھر چلو۔

شواف نے سوہا سے کہا۔سوہا بیٹا تمہارے پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔تم ان کے ساتھ چلی جاو۔میں تم سے ملتی رہوں گی۔تم فکر نہ کرو۔ہم اب کبھی جدا نہیں ہوں گئے۔اوصاف نے شواف کی طرف ایک نظر دیکھا اور باہر جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

سوہا ،شواف سے ملنے کے بعد اوصاف کے پیچھے پیچھے چل دی۔

سوہا اور اوصاف کچھ دیر میں گھر پہنچ چکے تھے۔سوہاکو دیکھتے ہی مومنہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگایا۔اللہ کا شکر ہے تم ٹھیک ہو بیٹا۔سوہا نے مومنہ کی طرف اداسی سے دیکھا۔اسے شواف کی بات یاد آئی۔ہمیشہ ٹھیک کا ساتھ دینا چاہیے۔اگر اپنا آپ غلط ہو تو اسے بھی چھوڑ دینا چاہیے۔اس نے مومنہ سے کہا۔آنٹی مجھے معاف

کر دیں۔میں آپ کو اپنی نظروں سے کبھی دیکھ ہی نہیں پائی۔مجھے جو نانی نے دیکھایا۔وہی دیکھتی رہی۔

مومنہ نے اس کے سر کو چومتے ہوئے کہا، کوئی بات نہیں بیٹا، بچے تو غلطیاں کرتے ہی ہیں۔بڑوں کا فرض ہے کہ انہیں معاف کر دیں۔شواف اپنے اس گھر میں تھی جو مریم آنٹی کا تھا۔ایک اعلیٰ ظرف عورت کا۔آج اس کی زندگی کی وہ گرہ بھی کھل چکی تھی، جو اس نے سالوں سے کس کر رکھی ہوئی تھی۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔اسے کی نگاہوں میں سوہا اور او صاف کی صورتیں گھوم رہی تھیں۔

اس نے اپنی این جی او کا شائع کردہ میگزین اٹھایا اور یوں ہی ورق گردانی کرنے لگی تاکہ سوچوں کو کوئی نیا رُخ ملے۔اس کی نظر اپنی لکھی ہوئی ایک غزل پر گئی۔وہ اسے مسکراتے ہوئے پڑھنے لگی۔

شجر ممنونہ

بہت خوبصورت جنت ہے،زندگی جس کو کہتے ہیں۔

کسی کے کام آجانا، ذرا بھی، بندگی اس کو کہتے ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں۔

www.pakistanipoint.com

جنت کی سی زندگی میں بدگمانی شجر ممنوعہ ہے۔

آپ کی زندگی فقط آپ کی ،سوچوں کا مجموعہ ہے۔

شجر ممنوعہ سے دور رہیں ، اسی میں ہی سمجھ داری ہے۔

آپ کی جنت ، آپ کی زندگی ، آپ کی ہی زمہ داری ہے۔

شواف کے فون کی بیل بج رہی تھی۔این جی او سے فون تھا۔ اس کی سیکٹری اسے بلا رہی تھی۔اس نے اپنے بوجھل سے ذہن کو خالی کیا،پھر سے اپنے کام کی طرف چلی گئی۔

اوصاف خاموش بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔مومنہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

آپ نے شواف کے بارے میں کیا سوچا ہے۔سوہا کا کہنا ہے کہ اس کی ماما نے شادی نہیں کی ، وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں۔وہ چاہتی ہے کہ شواف بھی ہمارے ساتھ آ کر رہے آپ کا کیا خیال ہے۔

اوصاف نے مومنہ کی طرف سنجیدگی سے دیکھا اور کہا۔میں نے تمہاری امی سے کہا تھا کہ اگر تم سے شادی کے بعد شواف لوٹ آتی ہے تو میں سے طلاق دے دوں گا۔میں نے جو کہا تھا وہی کروں گا۔

مومنہ نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔لازمی تو نہیں کہ وہی کیا جائے جو ہم کہہ دیں۔وقت اور حالات کے مطابق تبدیل ہونے میں سمجھداری ہی ہوتی ہے۔ آپ کا جو جی چاہے کریں۔میں تو یہ ہی مشورہ دوں گی کہ آپ شواف کو طلاق نہ دیں۔اس سے ملیں۔اس کا موقف سننا بھی تو لازمی ہے۔ہماری بیٹیاں ہیں۔طلاق کا لفظ ہی مجھے تو بُرا لگتا ہے۔اوصاف نے مومنہ کی انکھوں میں دیکھا۔اوصاف نے دھیرے سے کہا، لوگ تو کہتے ہیں کہ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے مگر۔۔۔۔۔۔۔۔مومنہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔لوگوں کا کیا ہے۔ہمیں تو اپنے حصے کی زندگی جینی ہے نا۔سوہا نے پہلی دفعہ مجھ سے اس طرح سے کچھ مانگا ہے۔ہمیں اس کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔شاہد شواف بھی یہ ہی چاہتی ہو۔ہم شواف کو کھانے پر بلاتے ہیں۔

اوصاف نے حیرت سے مومنہ کی طرف دیکھا۔کیا تم سچ میں ایسا چاہتی ہو مومنہ۔مومنہ نے مسکراتے ہوئے کہا،میں تو وہی چاہتی ہوں جو آپ چاہتے ہیں۔یہ تو آپ کو سوچنا ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔اوصاف نے نظریں نیچے کر لیں۔وہ حیران تھا کہ مومنہ کو اس کے دل کی ہر بات کیسے پتہ چل جاتی ہے۔وہ کتنی آسانی سے اس کی ہر مشکل حل کر دیتی ہے۔

سوہا نے شواف کو فون کر کے بتایا کہ اوصاف نے اسے گھر آنے کی اجازت دے دی ہے۔سوہا اس قدر خوش تھی کہ شواف خاموش رہی۔اس نے سوہا کو گھر آنے کی خوشخبری دی۔سوہا کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔اس نے مومنہ کے ساتھ مل کر شام کا کھانا اپنے ہاتھوں سے تیار کیا۔مومنہ سوہا کی خوش کو محسوس کر رہی تھی لیکن مومنہ کے دونوں بچے اپنی ماں کے فیصلے سے نا خوش تھے۔مومنہ نے مگر اوصاف اور سوہا کی خوشی کو ترجیح دی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اوصاف شواف کو طلاق صرف اپنی زبان رکھنے اور اس کی وجہ سے دینا چاہ رہے تھے۔

بہت سالوں بعد شواف نے جب اپنے ہی گھر میں قدم رکھا تو سب کچھ تبدیل ہوچکا تھا۔کچھ دیر میں سب کھانے کی ٹیبل پر تھے۔شواف نے اوصاف کی طرف دیکھا جو اپنی پلیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔جب اس کی نگاہ مومنہ کی طرف اُٹھی تو وہ شواف کی طرف دیکھ رہی تھی۔شواف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی نظر کا زاویہ بدل لیا۔اس نے سوہا سے پوچھا۔تم نے پھر کیا سوچا ہے ،آگے پڑھنے کے

بارے میں۔مومنہ اور اوصاف کی نظریں بھی سوہا پر جا رُکی۔اس نے سنجیدگی سے کہا۔میں نے سوچا ہے کہ میں دوبارہ سے کالج جوائن کروں گی۔

اوصاف کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔اس نے فوراً سے کہا۔اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے بیٹا۔سوہا نے شواف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ماما آپ تو کچھ بھی ساتھ نہیں لائی ہیں۔اب آپ ہمارے ساتھ ہی رہیں گی نا۔ہم نے آپ کے لیے اوپر کا کمرہ سیٹ کر دیا ہے۔شواف نے اوصاف کی طرف دیکھااور پھر دھیرے سے کہا۔یہ کیسے ممکن ہے سوہا۔

مومنہ نے شواف کی طرف دیکھا۔شواف نے پھر سوہا سے مخاطب ہو کر کہا۔تمہارے پاپا اور چھوٹی ماما بہت اعلیٰ ظرف ہیں۔انہوں نے مجھے معاف بھی کر دیا اور اپنے گھر میں جگہ دینے کا بھی سوچا مگر یہاں رہنا بیٹا بہت مشکل ہو گا۔تم جب چاہو،میرے ساتھ آکر رہو۔سوہا نے فوراً کہا اور پاپاوہ۔آپ نے کہا تھا کہ آپ ان سے معافی مانگ لیں گی۔

شواف نے اوصاف کی طرف دیکھا، وہ پہلے ہی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔شواف نے نظریں نیچے کرتے ہوئے کہا۔ہاں میں نے جو کیا تھا، اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔میں اس کے لیے سب سے معافی مانگتی ہوں لیکن بیٹا میں اس گھر میں اور

تمہارے پاپا کی زندگی میں واپس آنے کی حقدار نہیں۔کچھ غلطیوں کی معافی نہیں ہوتی۔شواف کی انکھوں سے آنسو چھلک گئے۔سوہا خاموش اور اداس تھی۔اس نے شواف کو مذید کچھ نہیں کہا ،وہ اپنی ماں کو روتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔شواف گھر سے جا چکی تھی۔مومنہ کے دونوں بچے بہت خوش تھے۔ سوہا بہت اداس تھی مگر شواف نے اسے اپنے پاس آ کر رہنے کی پیش کش کی۔اس نے اوصاف سے اجازت مانگی کہ وہ کچھ دن اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ اوصاف نے خوشی سے اسے اجازت دے دی۔

سوہا جب شواف کے ہاں رہ رہی تھی تو اس نے اپنی ماں سے سوال کیا۔ماما آپ نے کیوں واپس پاپا کے ساتھ سے انکار کر دیا۔کیا آپ پاپا سے پیار نہیں کرتی۔شواف نے مسکراتے ہوئے کہا۔پیار، تم اگر پیار کامطلب لینا ، دینا سمجھتی ہو تو ،زندگی کے ایک حصے میں ،میرا بھی خیال یہ ہی تھا کہ جیسا میں سوچتی ہوں ،ویسا ہی میرے محبوب کو سوچنا چاہیے ، میں جو ٹھیک سمجھوں اسے بھی وہی ٹھیک لگنا چاہیے۔لیکن آج میرے خیالات علم نے اور زندگی کے تجربات نے بدل دیے ہیں ،محبت میں محبوب کی انفرادی حیثیت کو تسلیم کرنا ، اس کی پسند و ناپسند کو سمجھنا کہ وہ آپ

سے مختلف ہو سکتی ہے لازمی ہے۔ہمارے اردگرد شادیاں اسی لیے ناکام ہو جاتی ہیں کیونکہ شوہر بیوی کی یا پھر بیوی شوہر کی انفرادی حیثیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔کچھ لوگ اپنا آپ مٹا دینے کو ،اپنی انفرادیت کو ختم کر لینے کو محبت قرار دیتے ہیں پھر اس بات کا رونا روتے ہیں کہ میں نے تمہارے لیے سب کچھ قربان کر دیا۔سچائی تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں ،جس کو وہ قربان کر سکیں۔محبت کرنے کے لیے کسی کے ساتھ رہنا لازمی نہیں۔ہاں اچھا ہے۔بیٹا محبت روح کی بالیدگی کا نام ہے ، اپنی بھی اور دوسرے انسان کی بھی۔یہی تو وجہ ہے کہ انسان سب سے زیادہ پائدار محبت ایک انسان سے ہی کرتا ہے ،جو اس سے بہتر بننے کا ،خود کو محبت کے قابل بنانے کا تقاضا کرتی ہے۔محبت دینے کا نام ہے کہ پا لینے کا۔میں چاہتی ہوں کہ تمہارے پاپا کی زندگی پرسکون رہے اور میری بھی۔

ختم شد